दिनियात

कक्षा ८

नेपाल सरकार

शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय

पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

सानोठिमी, भक्तपुर

प्रकाशक : नेपाल सरकार

शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय

पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

सानोठिमी, भक्तपुर

© सर्वाधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

यस पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी सम्पूर्ण अधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र सानोठिमी, भक्तपुरमा निहित रहेको छ । पाठ्यक्रम विकास केन्द्रको लिखित स्वीकृतिबिना व्यापारिक प्रयोजनका लागि यसको पुरै वा आंशिक भाग हुबहु प्रकाशन गर्न, परिवर्तन गरेर प्रकाशन गर्न, कुनै विद्युतीय साधन वा अन्य प्रविधिबाट रेकर्ड गर्न र प्रतिलिपि निकाल्न पाइने छैन ।

प्रथम संस्कण : वि.सं. २०८०

मुद्रण :

मूल्य :

पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी पाठकहरूका कुनै पनि प्रकारका सुझावहरू भएमा पाठ्यक्रम विकास केन्द्र, समन्वय तथा तथा प्रकाशन शाखामा पठाइदिनुहुन अनुरोध छ । पाठकबाट आउने सुझावहरूलाई केन्द्र हार्दिक स्वागत गर्दछ ।

हाम्रो भनाइ

पाठ्यक्रम शिक्षण सिकाइको मूल आधार हो । पाठ्यपुस्तक विद्यार्थीमा अपेक्षित दक्षता विकास गर्ने एक मुख्य साधन हो । यस पक्षलाई दृष्टिगत गर्दै पाठ्यक्रम विकास केन्द्रले विद्यालय शिक्षालाई व्यावहारिक, समयसापेक्ष र गुणस्तरीय बनाउने उद्देश्यले पाठ्यक्रम तथा पाठ्यपुस्तकको विकास तथा परिमार्जन कार्यलाई निरन्तरता दिँदै आएको छ । आधारभूत शिक्षाले बालबालिकामा आधारभूत साक्षरता, गणितीय अवधारणा र सिप एवम् जीवनोपयोगी सिपको विकासका साथै व्यक्तिगत स्वास्थ्य तथा सरसफासम्बन्धी बानीको विकास गर्ने अवसर प्रदान गर्नुपर्छ । आधारभूत शिक्षाका माध्यमबाट बालबालिकाहरूले प्राकृतिक तथा सामाजिक वातावरणप्रति सचेत भई अनुशासन, सदाचार र स्वावलम्बन जस्ता सामाजिक एवम् चारित्रिक गुणको विकास गर्नुपर्छ । यसले विज्ञान, वातावरण र सूचना प्रविधिसम्बन्धी आधारभूत ज्ञानको विकास गराई कला तथा सौन्दर्यप्रति अभिरुचि जगाउनुपर्छ । शारीरिक तन्दुरुस्ती, स्वास्थ्यकर बानी एवम् सिर्जनात्मकताको विकास तथा जातजाति, धर्म, भाषा, संस्कृति, क्षेत्रप्रति सम्मान र समभावको विकास पनि आधारभूत शिक्षाका अपेक्षित पक्ष हुन् । देशप्रेम, राष्ट्रिय एकता, लोकतान्त्रिक मूल्यमान्यता तथा संस्कार सिकी व्यावहारिक जीवनमा प्रयोग गर्नु, सामाजिक गुणको विकास तथा नागरिक कर्तव्यप्रति सजगता अपनाउनु, र दैनिक जीवनमा आइपर्ने व्यावहारिक समस्याहरूको पहिचान गरी समाधानका उपायको खोजी गर्नु पनि आधारभूत तहको शिक्षाका आवश्यक पक्ष हुन् । यस पक्षलाई दृष्टिगत गरी विद्यालय शिक्षाको राष्ट्रिय पाठ्यक्रम प्रारूप,२०७६ को मर्मअनुरूप मदरसा शिक्षा पाठ्यक्रमअनुरूप मदरसा शिक्षातर्फको कक्षा ८ को दिनियात विषयको यो पाठ्यपुस्तक विकास गरिएको छ ।

यस पाठ्यपुस्तकको लेखन तथा सम्पादन नजरुल हुसेनबाट भएको हो । पाठ्यपुस्तकलाई यस रूपमा ल्याउने कार्यमा यस केन्द्रका महानिर्देशक श्री इमनारायण श्रेष्ठ, श्री वैकुण्ठप्रसाद अर्याल, श्री शेख अलि मञ्जरी मौलना, श्री सञ्जुर मन्सुरी, श्री गुलाम रसुल मिया, श्री शालिकराम भुसाल, श्री उमा बुढाथोकी, श्री चिनाकुमारी निरौलालगायतको योगदान रहेको छ । यस पाठ्यपुस्तकको कला सम्पादन श्री श्रीहरि श्रेष्ठबाट भएको हो । यस पाठ्यपुस्तकको विकास तथा परिमार्जन कार्यमा संलग्न सबैप्रति पाठ्यक्रम विकास केन्द्र धन्यवाद प्रकट गर्दछ ।

यस पाठ्यपुस्तकले विद्यार्थीमा निर्धारित सक्षमता विकासका लागि विद्यार्थीलाई सहयोग गर्ने छ । यसले विद्यार्थीको सिकाइमा सहयोग पुऱ्याउने एउटा महत्त्वपूर्ण र आधारभूत सामग्रीका रूपमा कक्षा क्रियाकलापबाट हुने सिकाइलाई मजबुत बनाउन सहयोग गर्ने छ । त्यसैले यो शिक्षकको सिकाइ क्रियाकलापको योजना नभई विद्यार्थीका सिकाइलाई सहयोग पुऱ्याउने सामग्री हो । पाठ्यपुस्तकलाई विद्यार्थीको सिकाइमा सहयोग पुऱ्याउने एउटा महत्त्वपूर्ण आधारका रूपमा बालकेन्द्रित, सिकाइकेन्द्रित, अनुभवकेन्द्रित, उद्देश्यमूलक, प्रयोगमुखी र क्रियाकलापमा आधारित बनाउने प्रयास गरिएको छ । सिकाइ र विद्यार्थीको जीवन्त अनुभवबिच तादात्म्य कायम गर्दै यसको सहज प्रयोग गर्न शिक्षकले सहजकर्ता, उत्प्रेरक, प्रवर्धक र खोजकर्ताका रूपमा भूमिकाको अपेक्षा गरिएको छ । यस पुस्तकलाई अझ परिष्कृत पार्नका लागि शिक्षक, विद्यार्थी, अभिभावक, बुद्धिजीवी एवम् सम्पूर्ण पाठकहरूको समेत विशेष भूमिका रहने हुँदा सम्बद्ध सबैको रचनात्मक सुझावका लागि पाठ्यक्रम विकास केन्द्र हार्दिक अनुरोध गर्दछ ।

वि.सं. २०८१ पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

دینیات

दीनीयात ८

درجہ ہشتم

حکومت نیپال

وزارت تعلیم، سائنس وٹیکنالوجی

مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم

سانوٹھیمی، بھکت پور

حق طباعت: جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب: دینیات

درجہ: ہشتم

مؤلف:

صفحات: ۱۲۲

اشاعت: ۲۰۷۸ بکرم سمبت

ناشر: مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم

عرض ناشر

حکومت نیپال کی شمولیت اور تعلیم سب کے لیے کی پالیسی کے مطابق وزارت تعلیم کے تحت مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم، سانوٹھیمی، بھکت پور نے مدارس اسلامیہ کے لیے درجہ دواز دھم تک کا نصاب تعلیم تیار کیا ہے۔ جس میں دینیات کو نمایاں مقام دیا گیا ہے، تاکہ اس کی مدد سے ابتدائی درجات کے بچوں کو قلیل مدت میں عقائد، عبادات، سیرت النبی ﷺ، سیرت انبیاء وصلحا، اخلاق وعبادات اور معاشرتی آداب وغیرہ سے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچائی جاسکیں اور مضامین کا بار بڑھائے بغیر عام فہم اور دل نشیں انداز میں دین کے تمام پہلوؤں کا سادہ مگر واضح تصور دلایا جاسکے۔

مروجہ درسیات کے ذریعہ ایک ہی عقیدے اور مذہب کی تعلیم، نیز مشرکانہ عقائد اور غیر اسلامی تصورات کی ترویج واشاعت اور ملکی ماحول نے اس ضرورت کا احساس اور شدید کر دیا ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے دینیات کا سیٹ تیار کیا جارہا ہے۔ جس کی درجہ ہشتم کے لیے لکھی گئی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مذکورہ سیٹ کی خصوصیات:

۱۔ زبان نہایت سادہ، سلیس اور طرز بیان عام فہم اور دل نشیں ہے۔

۲۔ بچوں کی نفسیات اور دلچسپیوں کا پورا پورا لحاظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳۔ دین کا ایک جامع تصور پیش کیا گیا ہے اور ہر پہلو سے متعلق بتدریج معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

۴۔ جزوی اختلافات کو حتی الامکان نظر انداز کر کے بنیادی اور متفق علیہ باتیں پیش کی گئی ہیں، تا کہ طلبہ کے ذہن میں انتشار پیدا نہ ہو۔ استاد حسب ضرورت طلبہ کے مسلک کے مطابق رہنمائی کر دیں۔

اس کو مزید بہتر اور مفید بنانے کے لیے تمام اہل علم سے آراء اور مشوروں کی امید رکھتے ہیں۔

مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم، سانوٹھیمی، بھگت پور

فہرست مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
(۱)	حمد	۷
(۲)	نعت	۱۰
(۳)	توحید کے اثرات انسانی زندگی پر	۱۳
(۴)	رسول ﷺ کے اخلاق حسنہ	۲۱
(۵)	نصاب زکوٰۃ اور اس کے مصارف	۲۶
(۶)	حج	۳۵
(۷)	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	۴۴
(۸)	حضرت علی رضی اللہ عنہ	۵۰
(۹)	غسل میت اور کفن و دفن کا طریقہ	۵۸

(۱۰)	حضرت اسمٰعیل علیہ السلام	٦٦
(۱۱)	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۷۲
(۱۲)	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۷۹
(۱۳)	اخلاق حسنہ	۸۵
(۱۴)	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ	۹۱
(۱۵)	امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ	۹٦
(۱٦)	اسلام میں انسانی حقوق	۱۰۰
(۱۷)	امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰٦
(۱۸)	خودکشی اور اس کا حل	۱۱۱
(۱۹)	سورۃ الدھر	۱۱۵
(۲۰)	سورۃ المرسلت	۱۱۹
(۲۱)	دعا	۱۲۲

سبق(۱)

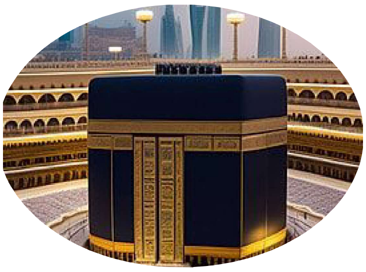

حمد

آنکھ اٹھے تیرے لیے، کھلتے ہیں لب تیرے لیے
میرا جینا، میرا مرنا، میرے رب! تیرے لیے
دائرہ تیری رضا پرکار میری زندگی
ہر تمنا، ہر ارادہ، ہر طلب تیرے لیے
مسجد الفاظ میں بھی دے رہا ہوں میں اذاں
میرا فن، میرا ہنر، میرا ادب تیرے لیے
رات کو اکثر تلاشی لوں ضمیر و ذہن کی
اپنے اندر بھی لگاؤں میں نقب تیرے لیے
کیسے ہو سکتا ہے مجھ سے منحرف اک سانس بھی
وقف میں نے کر دیا ہے خود کو جب تیرے لیے
میری باقی عمر کے دن قیمتی ہیں کس قدر
میرا ہر لمحہ بسر ہوتا ہے اب تیرے لیے

روشنی ہو یا اندھیرا تجھ سے میں غافل نہیں
میرا دن تیرے لیے ہے، میری شب تیرے لیے
تیرے مداحوں میں شامل ہے مظفؔر کا بھی نام
اس نے دنیا سے لیا ہے یہ لقب تیرے لیے

(مظفروارثی)

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ شاعر کی آنکھ کس کے لئے اٹھتی ہے اور اس کے لب کس کے لئے کھلتے ہیں؟
۲۔ اس حمد کے لکھنے والے کا نام کیا ہے؟
۳۔ شاعر کو اپنے اندر نقب لگانے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟۔
۴۔ شاعر کو اپنی زندگی کے باقی دن کیوں قیمتی لگ رہے ہیں؟
۵۔ اپنی ذات کو شاعر نے کس کے لئے اور کیوں وقف کر دیا ہے؟
۶۔ شاعر کا نام کس کے مداحوں میں شامل ہے؟
۷۔ رات کے وقت شاعر کس چیز کی تلاشی لیتا ہے؟
۸۔ شاعر نے اپنا لقب کس کے لئے اور کہاں سے لیا ہے؟
۹۔ انسان کا مرنا اور جینا کس کے لیے ہونا چاہیے؟

۱۰۔ کیا انسان اللہ سے کچھ دیر کے لئے منحرف ہو سکتا ہے؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے۔

پرکار ....

نقب ....

منحرف ....

وقف ....

رضا ....

شب ....

مداح ....

(ج) مناسب الفاظ سے خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

روشنی ہو یا .... تجھ سے میں غافل نہیں
میرا دن تیرے لیے ہے، .... تیرے لیے
تیرے .... شامل ہے مظفؔر کا بھی نام
اس نے دنیا سے لیا ہے .... تیرے لیے

(د) مندرجہ ذیل شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

دائرہ تیری رضا، پرکار میری زندگی
ہر تمنا، ہر ارادہ، ہر طلب تیرے لیے

ہدایات: اساتذہ صحیح تلفظ کے ساتھ بچوں کو پڑھ کر سنائیں، نیز تمام طلبہ وطالبات سے باری باری پڑھوائیں اور زبانی یاد کرنے کی ترغیب دیں۔

سبق(۲)

نعت

زمانے کی فضا میں انقلاب آخری آیا
نچھاور کر دیا قدرت نے سب فطرت کا سرمایہ

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی
وہ آئے جن کی آمد کے لیے بے چین فطرت تھی

وہ آئے جن کی خاطر مضطرب تھی وادی بطحا
وہ آئے جن کے قدموں کے لیے کعبہ ترستا تھا

وہ آئے نغمہ داؤد میں جن کا ترانہ تھا
وہ آئے گریہ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا

وہ آئے جن کی ٹھوکر پر نچھاور سطوت دارا
وہ آئے جن کے آگے سرد ہر باطل کا انگارا

وہ آئے جن کو دنیا نے شب غم کی سحر مانا
وہ آئے جن کو ختم الانبیاء، خیر البشر مانا

(ماہرالقادری)

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ قدرت نے کس پر فطرت کا سارا سرمایہ نچھاور کر دیا؟

۲۔ کس ہستی کی آمد کے لئے فطرت بے چین تھی؟

۳۔ حضور پاک ﷺ دنیا کی کس ضرورت کو پوری کرنے کے لئے تشریف لائے تھے؟

۴۔ ختم الانبیاء اور خیر البشر سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

۵۔ ''وہ آئے جن کو دنیا نے شب غم کی سحر مانا'' کا کیا مطلب ہے؟

۶۔ اس نعت کے لکھنے والے کا نام کیا ہے؟

۷۔ مشہور شاعر ماہرالقادری کے بارے میں اپنے استاد سے پوچھ کر لکھیے؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے۔

انقلاب ....

نچھاور کرنا ....

وادیٔ بطحا ....

گریہ یعقوب ....

سطوت دارا ....

سرد ....

انگارا ....

(ج) مناسب الفاظ سے خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

وہ آئے جن کی خاطر........... تھی وادی بطحا
وہ آئے جن کے........... کے لیے کعبہ ترستا تھا
وہ آئے .... کی ٹھوکر پر نچھاور........... دارا
وہ آئے جن کے........... ہر باطل...........انگارا

(د) مندرجہ ذیل شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

وہ آئے نغمہ داؤد میں جن کا ترانہ تھا
وہ آئے گریہ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا

(ہ) اس نعت کے چار پسندیدہ اشعار یاد کر کے لکھیے۔

سبق (۳)

توحید کے اثرات انسانی زندگی پر

عقیدہ توحید کو دین اسلام میں بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے۔ اسی لیے سارے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا محور عقیدہ توحید ہی رہا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" کہو، وہ اللہ یکتا ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور کوئی اس کا ہم سر نہیں" (الاخلاص) دوسری جگہ فرمایا۔ "اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔ نہ وہ سوتا ہے، اور نہ اسے اونگھ لگتی ہے۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ جو کچھ بندے کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے، اس سے بھی وہ واقف ہے۔ اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز ان کی گرفت ادراک میں نہیں آسکتی الا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دینا چاہے۔ اس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور ان کی نگہبانی اس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے۔ بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔ (البقرۃ 255)

قرآن و حدیث میں سب سے زیادہ زور اسی عقیدہ توحید پر دیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت کو مختلف انداز سے واضح کیا گیا ہے۔ اس کے ہر پہلو کو صاف صاف بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کے اثرات اور ثمرات بھی بتائے گئے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں توحید کا جو مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ

یکتا اور بے مثل ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اس کا ہم سر کوئی نہیں۔ وہ اپنے نام اور صفات میں بھی یکتا اور لاشریک ہے۔ وہ پوری کائنات کا تنہا خالق، رازق پرورش کرنے والا، سارے نظام کو چلانے والا اور مالک ہے۔ وہی نفع ونقصان کا مالک اور حیات وموت دینے والا ہے۔ اسی لیے صرف اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے اور استعانت بھی اسی سے طلب کرنی چاہیئے۔

انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کا اثر

جب ہم توحید کو اس کے صحیح اور حقیقی تصور کے ساتھ سمجھیں گے اور شعوری طور پر اس پر ایمان لائیں گے تو ہماری زندگی پر اس کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ اب ہم بتائیں گے کہ توحید پر ایمان لانے سے انسان کی زندگی پر کیا اچھے اثرات پڑتے ہیں اور س کو نہ ماننے والا دنیا اور آخرت میں کیوں نامراد ہو جاتا ہے۔

۱۔ توحید پر ایمان رکھنے والا کبھی تنگ نظر نہیں ہو سکتا۔ وہ ایسے رب کا قائل ہوتا ہے جو زمین و آسمان کا خالق، مشرق ومغرب کا مالک اور تمام جہان کا پالنے پوسنے والا ہے۔ اس ایمان کے بعد ساری کائنات میں کوئی چیز بھی اس کو غیر نظر نہیں آتی، وہ سب کو اپنی ذات کی طرح ایک ہی مالک کی ملکیت اور ایک بادشاہ کی رعیت سمجھتا ہے۔ اس کی ہمدردی اور محبت وخدمت کسی دائرے کی پابند نہیں رہتی۔ اس کی نظر ویسی ہی غیر محدود ہو جاتی ہے جیسی خود اللہ تعالیٰ کی بادشاہی غیر محدود ہے۔ یہ بات کسی ایسے شخص کو حاصل نہیں ہو سکتی جو بہت سے چھوٹے چھوٹے معبودوں کا قائل ہو، یا الٰہ میں انسان کی محدود اور ناقص صفات مانتا ہو، یا سرے سے خالق ومالک کا قائل ہی نہ ہو۔

۲۔ عقیدہ توحید انسان میں انتہا درجہ کی خودداری اور عزت نفس پیدا کر دیتا ہے۔ اس پر اعتقاد رکھنے والا جانتا ہے کہ صرف ایک اللہ تمام طاقتوں کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی نفع پہنچانے والا نہیں، کوئی مارنے اور جلانے والا نہیں، کوئی صاحب اختیار اور با اثر نہیں ہے۔ یہ علم اور یقیناً س کو خدا کے سوا تمام قوتوں سے بے نیاز اور بے خوف کر دیتا ہے، اس کی گردن کسی مخلوق کے آگے نہیں جھکتی، اس کا ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلتا، اس کے دل میں کسی کی بزرگی کا سکہ نہیں بیٹھتا۔ شرک اور کفر اور دہریت کی

لازمی خاصیت یہ ہے کہ انسان مخلوقات کے آگے جھکے، ان کو نفع اور نقصان کا مالک سمجھے، ان سے خوف کھائے اور ان ہی سے امیدیں وابستہ رکھے۔

۳۔خودداری کے ساتھ یہ عقیدہ انسان میں انکساری بھی پیدا کرتا ہے۔اس پر ایمان رکھنے والا کبھی مغرور اور متکبر نہیں ہوسکتا، اپنی قوت اور دولت اور قابلیت کا گھمنڈ اس کے دل میں سمائی نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے اللہ ہی کا دیا ہوا ہے اور اللہ جس طرح دینے پر قادر ہے اسی طرح چھین لینے پر بھی قادر ہے۔اس کے مقابلہ میں ایک ملحد کو کسی قسم کا دنیوی کمال حاصل ہوتا ہے تو وہ متکبر ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنے کمال کو اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔اسی طرح شرک اور کفر کے ساتھ بھی غرور پیدا ہونا لازمی ہے۔کیونکہ مشرک اور کافر اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ خداؤں اور دیوتاؤں سے اس کا کوئی خاص تعلق ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں۔

۴۔توحید پر اعتقاد رکھنے والا اچھی طرح سمجھتا ہے کہ نفس کی پاکیزگی اور ایک نیک عمل کے سوا اس کے لیے نجات اور فلاح کا کوئی ذریعہ نہیں کیونکہ وہ ایک ایسے رب پر اعتقاد رکھتا ہے جو بے نیاز ہے، کسی سے کوئی رشتہ نہیں رکھتا۔ بے لاگ عدل کرنے والا ہے اور کسی کو اس کی خدائی میں دخل یا اثر حاصل نہیں۔اس کے مقابلہ میں مشرکین اور کفار ہمیشہ جھوٹی توقعات پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ان میں کوئی سمجھتا ہے کہ خدا کا بیٹا ہمارے لیے کفارہ بن گیا ہے، کوئی خیال کرتا ہے کہ ہم خدا کے چہیتے ہیں اور ہمیں سزا مل ہی نہیں مل سکتی، کسی کا گمان یہ ہے کہ ہم اپنے بزرگوں سے خدا کے ہاں سفارش کرائیں گے۔اس قسم کے جھوٹے اعتقادات ان لوگوں کو ہمیشہ گناہوں اور بدکاریوں کے چکر میں پھنسائے رکھتے ہیں اور وہ ان کے بھروسے پر نفس کی پاکیزگی اور عمل کی نیکی سے غافل ہو جاتے ہیں۔رہے دہریے، تو وہ سرے سے اعتقاد ہی نہیں رکھتے کہ کوئی بالاتر ہستی ان سے بھلے یا برے کاموں کی باز پرس کرنے والی بھی ہے۔اس لئے وہ دنیا میں اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں۔ان کے نفس کی خواہش ان کی خدا ہوتی ہے اور وہ اس کے بندے ہوتے ہیں۔

۵۔توحید کا قائل کسی حال میں مایوس اور دل شکستہ نہیں ہوتا، وہ ایک ایسے اللہ پر ایمان رکھتا ہے جو زمین و آسمان کے سارے خزانوں کا مالک ہے، جس کا فضل و کرم بے حد وحساب ہے اور جس کی قوتیں بے پایاں ہیں۔ یہ ایمان اس کو اطمینان سے بھر دیتا ہے اور ہمیشہ امیدوں سے لبریز رکھتا ہے، چاہے وہ تمام دنیا کے دروازوں سے ٹھکرا دیا جائے، سارے اسباب کا رشتہ ٹوٹ جائے اور وسائل و ذرائع ایک ایک کر کے اس کا ساتھ چھوڑ دیں۔ پھر بھی ایک اللہ کے سہارے اور اسی کے بل بوتے پر وہ نئی امیدوں کے ساتھ کوشش پر کوشش کیے چلا جاتا ہے۔ مشرکین، کفار اور دہریئے چھوٹے دل کے ہوتے ہیں، ان کا بھروسہ محدود طاقتوں پر ہوتا ہے، اس لیے مشکلات میں بہت جلد مایوسی ان کو گھیر لیتی ہے اور اکثر ایسی حالتوں میں وہ خودکشی تک کر گزرتے ہیں۔

۶۔توحید پر ایمان انسان میں عزم اور حوصلہ اور صبر و توکل کی زبردست طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ وہ جب اللہ کی خوشنودی کے لیے دنیا میں بڑے کام انجام دینے کے لیے اٹھتا ہے تو اس کے دل میں یہ یقین ہوتا ہے کہ میری پشت پر زمین و آسمان کے بادشاہ کی قوت ہے۔ یہ خیال اس میں پہاڑ کی سی مضبوطی پیدا کرتا ہے اور دنیا کی ساری مشکلات اور مصیبتیں اور مخالف طاقتیں مل کر بھی اس کو اپنے عزم سے نہیں ہٹا سکتیں۔ یہ عقیدہ انسان کو بہادر بنا دیتا ہے۔ دیکھو! آدمی کو بزدل بنانے والی دراصل دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک تو جان اور مال اور بال بچوں کی محبت، دوسرے یہ خیال کہ اللہ کے سوا کوئی اور مارنے والا ہے، اور یہ کہ آدمی اپنی تدبیر سے موت کو ٹال سکتا ہے۔ لا الہ الا اللہ کا اعتقاد ان دونوں چیزوں کو دل سے نکال دیتا ہے۔ پہلی چیز تو اس لیے نکل جاتی ہے کہ اس کا قائل اپنی جان و مال اور ہر چیز کا مالک اللہ ہی کو سمجھتا ہے اور اس کی خوشنودی کے لیے سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ رہی دوسری چیز تو وہ اس وجہ سے باقی نہیں رہتی کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کے نزدیک جان لینے کی قدرت کسی انسان یا حیوان یا توپ یا تلوار یا لکڑی یا پتھر میں نہیں ہے اس کا اختیار صرف اللہ کو ہے اور اس نے موت کا جو وقت مقرر کر دیا ہے اس سے پہلے دنیا کی تمام قوتیں مل کر بھی چاہیں تو کسی کی جان نہیں لے سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پر ایمان

رکھنے والے سے زیادہ بہادر دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔ جب وہ اللہ کی راہ میں لڑنے کے لیے بڑھتا ہے تو اپنے سے دس گنی طاقت کا بھی منہ پھیر دیتا ہے۔ مشرکین، کفار اور دہریے کو تو جان سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ موت دشمن کے لانے سے آتی ہے اور ان کے بھاگنے سے بھاگ سکتی ہے۔

۷۔ لا الہ الا اللہ کا اعتقاد انسان میں قناعت اور بے نیازی کی شان پیدا کر دیتا ہے۔ حرص وہوس اور رشک وحسد کے رکیک جذبات اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔ کامیابی حاصل کرنے کے ناجائز اور ذلیل طریقے اختیار کرنے کا خیال تک اس کے ذہن میں نہیں آنے دیتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، جس کو چاہے زیادہ دے جس کو چاہے کم دے عزت اور طاقت اور ناموری اور حکومت سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے۔۔ وہ اپنی مصلحتوں کے لحاظ سے جس کو جس قدر چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ ہمارا کام صرف اپنی حد تک جائز کوشش کرنا ہے۔ کامیابی اور ناکامی اللہ کے فضل پر موقوف ہے۔ اس کے مقابلے میں مشرکین، کفار اور دہریے اپنی کامیابی اور ناکامی کو اپنی کوشش اور دنیوی طاقتوں کی مدد یا مخالفت پر موقوف سمجھتے ہیں، اس لیے ان پر حرص اور ہوس مسلط رہتی ہے۔ کامیابی حاصل کرنے کے لیے رشوت، خوشامد سازش اور ہر قسم کے بدترین ذرائع اختیار کرنے میں انہیں باک نہیں ہوتا۔ دوسروں کی کامیابی پر رشک وحسد میں جلے مرتے ہیں اور ان کو نیچا دکھانے کی بری سے بری تدبیر بھی نہیں چھوڑتے۔

۸۔ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اعتقاد انسان کو اللہ کے قانون کا پابند بناتا ہے۔ اس عقیدہ پر ایمان لانے والا یقین رکھتا ہے کہ اللہ ہر چھپی اور کھلی چیز سے باخبر ہے، ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اگر ہم اندھیرے میں اور تنہائی میں بھی کوئی گناہ کریں تو اللہ کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ اگر ہمارے دل میں بھی کوئی برا ارادہ پیدا ہو تو اللہ تک اس کی خبر پہنچ جاتی ہے۔ ہم سب سے چھپا سکتے ہیں مگر اللہ سے نہیں چھپا سکتے۔ سب سے بھاگ سکتے ہیں مگر اللہ کی سلطنت سے نہیں نکل سکتے سب سے بچ سکتے ہیں مگر خدا کی پکڑ سے بچنا غیر ممکن ہے یہ یقین جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی زیادہ انسان اپنے اللہ کے احکام کا مطیع ہوگا، وہ حرام کے پاس بھی نہ بھٹکے گا۔ کیوں کہ اس کے ساتھ ایک ایسی پولیس لگی ہوتی ہے جو

کسی حال میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور اس کو ایک ایسی عدالت کا کھٹکا لگا رہتا ہے جہاں سب کو پیش ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم ہونے کے لئے سب سے پہلی اور ضروری شرط لا الہ الا اللہ پر ایمان لانا ہے۔ مسلم کے معنی اللہ کے فرمابردار بندے کے ہیں اور اللہ کا فرمابردار ہونا ممکن ہی نہیں جب تک کہ انسان اس بات پر یقین نہ لائے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں یہ ایمان باللہ سب سے اہم اور بنیادی چیز ہے، یہ اسلام کا مرکز ہے اس کی جڑ ہے، اس کی قوت کا منبع ہے، اس کے سوا اسلام کے جتنے اعتقادات اور احکام اور قوانین ہیں سب اسی بنیاد پر قائم ہیں اور ان سب کو اسی مرکز سے قوت پہنچتی ہے، اس کو ہٹا دینے کے بعد اسلام کوئی چیز نہیں رہتا۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ عقیدہ توحید کی اہمیت اپنے لفظوں میں لکھیے۔

۲۔ صرف اللہ ہی کی عبادت کیوں کرنی چاہیئے؟

۳۔ استعانت کس سے طلب کرنی چاہیئے؟

۴۔ عقیدہ توحید پر ایمان کے انسانی زندگی پر کیا کیا اثرات پڑتے ہیں؟ صرف نقاط کی شکل میں لکھیے۔

۵۔ عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے والا تنگ نظر کیوں نہیں ہوتا؟

۶۔عقیدہ توحید کو ماننے والے انسان میں انتہا درجہ کی خودداری اور عزت نفس کیوں پیدا ہوتی ہے؟
۷۔ توحید پر ایمان رکھنے والا کبھی مغرور اور متکبر کیوں نہیں ہوسکتا؟
۸۔ ہمیشہ جھوٹی توقعات پر کون لوگ زندگی بسر کرتے ہیں؟
۹۔ توحید کا قائل مایوس اور دل شکستہ کیوں نہیں ہوتا؟
۱۰۔آدمی کو بزدل بنانے والی دراصل کیا چیزیں ہوتی ہیں؟
۱۱۔مسلمان ہونے لے لیے سب سے بنیادی اور لازمی شرط کیا ہے؟
(ب) درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے اور صحیح جملہ کے سامنے صحیح کا نشان (✓) اور غلط جملہ کے سامنے غلط کا نشان (×) لگائیے۔

☆ عقیدہ توحید کو دین اسلام میں بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے۔ ( )
☆ توحید پر ایمان رکھنے والا تنگ نظر ہوتا ہے۔ ( )
☆ عقیدہ توحید انسان میں انتہا درجہ کی خودداری اور عزت نفس پیدا کردیتا ہے۔ ( )
☆ شرک انسان میں انکساری پیدا کردیتا ہے۔ ( )
☆ آدمی اپنی تدبیر سے موت کو ٹال سکتا ہے۔ ( )
☆ اللہ پر ایمان رکھنے والے سے زیادہ بہادر دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔ ( )
☆ کامیابی اور ناکامی انسان کی اپنی کوشش پر موقوف ہے۔ ( )
☆ لا الہ الا اللہ کا اعتقاد انسان کو اللہ کے قانون کا پابند بناتا ہے۔ ( )
☆ لا الہ الا اللہ کا اعتقاد انسان میں قناعت اور بے نیازی کی شان پیدا کردیتا ہے۔ ( )
☆ ملحد حسد رشک سے پاک ہوتا ہے۔ ( )

(ج) مناسب الفاظ سے خالی جگہوں کو پُر کیجئے۔

اللہ وہ زندہ ....ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔اس کے سوا کوئی ...... نہیں۔نہ وہ سوتا ہے،اور نہ اسے......لگتی ہے۔زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے،اسی کا ہے۔کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر ....کر سکے؟ جو کچھ بندے کے سامنے ہے اسے بھی وجانتا ہے اور جو کچھ ان سے...........ہے،اس سے بھی وہ واقف ہے۔اور اس کی ....میں سے کوئی چیز اس کی گرفت ادراک میں نہیں آسکتی الا یہ کہ کسی چیز کا......وہ خود ہی ان کو دینا چاہے۔اس کی .... آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور ان کی ....اس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے۔ بس وہی ایک.................ذات ہے۔

(د) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے۔

اساسی	....
محور	....
زندہ جاوید	....
کائنات	....
قناعت	....
خودداری	....
اوچھل	....
حسد	....
رشک	....
انکساری	....

سبق (۴)

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ

خالق جہاں اللہ رب الکریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا "اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبہ پر ہو" (القلم :۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ " مجھے تو صرف اس (مقصد) کے لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ اخلاقی اقدار کی تکمیل کر دوں" (البیہقی) اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی بات کس کی ہوسکتی ہے۔ دنیا نے دیکھا اور دشمن تک نے گواہی دی کہ رحمت للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق حسنہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے گا۔ اپنے اخلاق کو آپ ؐ کے اخلاق کی طرح بنائے گا، وہ دنیا کا بہترین انسان بن جائے گا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کرنے والے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے مطابق اپنے اخلاق کو ڈھالنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے اعلیٰ اخلاق کو بھی دنیا نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کرنے والے انسان اخلاق کریمہ اور اخلاق فاضلہ کے مالک تھے۔ اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا: درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

اخلاق وشمائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا بیان کسی ضمنی عنوان کے تحت نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں تو پوری زندگی حسن اخلاق ہی کی تفسیر ہے۔ جس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: **کان خلقه القرآن** ۔ یعنی آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قول بہت ہی جامع ہے کہ **كان رسول الله صلى الله عليه وسلم احسن الناس وكان أجود الناس وكان أشجع الناس** ، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ سب سے بہتر ہونے کی کیفیت یہ تھی کہ کسی کو عمر بھر تکلیف نہیں پہنچائی اور دوسروں کی زیادتیوں پر کبھی انتقام نہیں لیا۔ ہر کسی سے عفو و درگذر فرمایا۔ یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے وہ لوگ جنہوں نے طرح طرح سے ستایا اور جان سے مارنے کی کوشش کی، ان کو بھی معاف فرما دیا۔ اسی طرح وہ منافقین و اشرار جو مسلمانوں کی صف میں رہتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی ان سے بھی درگزر فرمایا۔ سب سے زیادہ سخی ہونے کا عالم یہ تھا کہ جابر رضی اللہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی کسی نے مانگا آپ نے کبھی نہ نہیں کی۔ موجود ہوا تو دے دیا، کبھی قرض لے کر دیا۔ نہیں موجود ہوا تو دوسرے وقت آنے کو کہا یا سکوت اختیار کیا۔ سب سے زیادہ بہادر ہونے کے لیے فی الجملہ یہ امر کافی ہے کہ نظریہ حق کو لے کر تن تنہا اٹھے اور زمانے بھر کی مخالفتوں اور مظالم کے مقابلے میں جمے کھڑے رہے۔ کبھی کسی خطرناک ترین موقع پر بھی خوف یا کمزوری کا اظہار نہ کیا۔ غار ثور یا احد و حنین کے معرکے، ہر موقع پر یقین محکم کا مظاہرہ کیا۔

حضرت محمد ﷺ کی سخاوت بے پایاں تھی۔ اس کا مظاہرہ سب سے زیادہ رمضان میں ہوتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے خرچ کرتے جیسے تیز آندھی چل رہی ہو۔ ایسا بھی ہوتا کہ نبی ﷺ کے پاس جو کچھ ہوتا سب ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے اور گھر کے لیے کچھ نہ بچتا جبکہ گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا۔ کئی کئی دن گزر جاتے لیکن آپ ﷺ کے کسی گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ آپ ﷺ کی

معاشرت سب سے بہتر تھی اور اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔ اپنی ذات کے لیے نہ غصہ آتا نہ اس کے لیے انتقام لیتے، لیکن جب اللہ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو اس وقت آپ ﷺ کے جلال کے آگے کوئی چیز نہ ٹھر سکتی تھی، یہاں تک کہ آپ اس کا بدلہ لے لیتے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع تھے۔ گھر والوں کی ضروریات خود پوری کرتے۔ کم زوروں کے ساتھ نرمی سے پیش آتے۔ اپنے ہاتھ سے جوتا ٹانک لیتے، کپڑے میں پیوند لگا لیتے، مریض کی عیادت کرتے، کوئی شخص دعوت دیتا تو خواہ وہ امیر ہوتا یا غریب، اس کی دعوت قبول کر لیتے۔ آپ کا بستر چمڑے کا تھا، جس میں پتیاں بھری ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ کے پاس دنیاوی ساز و سامان بہت کم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پوری روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قبول نہیں کیا اور آخرت کو ترجیح دی۔ سب سے زیادہ حیادار تھے۔ دوسروں کے جذبات کا خیال رکھتے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر پسند آیا تو کھا لیا، ورنہ چھوڑ دیا۔ کھانا ٹیک لگا کر تناول نہیں فرماتے تھے۔ حلوا اور شہد بہت پسند تھا۔ ہدیہ قبول کر لیتے، لیکن صدقہ کو قبول نہیں کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کثرت سے ذکر کرتے، ہمیشہ غور و فکر کرتے رہتے، آپ ﷺ کا ہنسنا زیادہ تر تبسم تھا۔ ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ خوش طبعی بھی فرماتے تھے، لیکن اس میں بھی حق بات کہتے تھے۔ اپنے اصحاب کی تالیف قلب فرماتے تھے۔ ہر قبیلے کے سردار کی تکریم کرتے تھے اور اسے اہل قبیلہ کے معاملات کا ذمے دار بناتے تھے۔

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر سب سے زیادہ حسین اور آپ ﷺ حسن اخلاق میں سب سے بڑھ کر تھے۔ دست مبارک سے زیادہ نرم کوئی چیز نہ تھی اور آپ ﷺ کی خوشبو سے بہتر کوئی خوشبو نہ تھی۔ ایک صحیح حدیث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ''میں نے حریر و دیبا کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے زیادہ ملائم نہیں پایا اور نہ آپ ﷺ کی خوشبو سے بہتر کوئی خوشبو سونگھی۔ میں نے دس سال تک کی خدمت کی ہے۔ آپ ﷺ نے کبھی مجھ سے اُف نہیں کہا۔ میں نے کوئی کام کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ اور کوئی کام نہیں کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ

اسے کیوں نہیں کیا؟

نبی ﷺ صادق، ایفاء عہد کے پابند اور انصاف کرنے والے۔ نرم دل، نرم گفتار اور شیریں کلام تھے۔ غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں کا سہارا تھے۔ مختصر یہ کہ ساری اخلاقی خوبیاں آپ ﷺ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے اخلاق کے بارے میں کیا فرمایا؟

۲۔ "مجھے تو صرف اس کے لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ اخلاقی اقدار کی تکمیل کر دوں" یہ کس نے فرمایا؟

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں کیا فرمایا؟

۴۔ نبی کریم ﷺ کے احسن الناس ہونے کی کیفیت کیا تھی؟

۵۔ اجود الناس کا کیا مطلب ہے؟

۶۔ رمضان میں آپ ﷺ کی سخاوت کی مثال کس چیز سے دی گئی ہے؟

۷۔حضرت محمد ﷺ اشجع الناس تھے۔اس کا کیا مطلب؟

۸۔ آپ ﷺ کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کیا مروی ہے؟

۹۔ رسول اللہ ﷺ کا قبیلہ کے سردار کے بارے میں کیا معمول تھا؟

۱۰۔ غریب اگر آپ ﷺ کو دعوت دیتا تو کیا کرتے تھے؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

نبی ﷺ ....، ایفاءعہد کے .... اور انصاف کرنے والے۔نرم ....، نرم .... اور شیریں............ تھے۔غریبوں، ....، بیواؤں اور .... کے سہارا تھے۔مختصر یہ کہ ساری اخلاقی .... آپ ﷺ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

(ج) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

تکمیل ....

متواضع ....

انتقام ....

عیادت ....

سخی ....

پیکر ....

سبق(۵)

زکوۃ کا نصاب اور مصارف

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔اس کا فرض ہونا قرآن پاک کی دلیل سے واضح طور پر ثابت ہے۔نماز اور روزے کی طرح زکوۃ بھی مسلمانوں پر فرض ہے۔اس میں بنیادی طور پر بس اتنا سا فرق ہے کہ نماز اور روزہ ہر فرد مسلم خواہ وہ امیر ہو یا غریب اس کو ادا کر سکتا ہے مگر زکوۃ صرف امیر لوگوں پر اللہ نے فرض قرار دیا ہے۔نماز اور روزہ کا شمار جسمانی عبادت میں ہوتا ہے جبکہ زکوۃ مالی عبادت ہے۔زکوۃ کے معنی پاکی وصفائی کے آتے ہیں۔اپنے مال میں سے مخصوص حصہ حاجت مندوں اور مسکینوں کے لئے نکالنے کو زکوۃ کہا جاتا ہے۔زکوۃ ادا کرنے سے آدمی کا مال اور مال کے ساتھ آدمی کا نفس بھی پاک ہوتا ہے۔جو لوگ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے بندوں کا حق نہیں نکالتے ہیں تو اس کا مال ناپاک رہتا ہے اور مال کے ساتھ اس کا نفس بھی ناپاک رہ جاتا ہے۔اللہ نے اپنے بندوں پر زکوۃ فرض کر کے ہر شخص کو امتحان میں ڈالا ہے۔جو شخص اپنی خوشی سے زکوٰۃ نکالتا ہے اور ضرورتمندوں کی مدد کرتا ہے وہی ایمانداروں میں شمار کیا جاتا ہے۔اس کے برخلاف ایک تنگ دل انسان جو اللہ کی راہ میں زکوۃ نہیں نکالتا ہے وہ اللہ کا مومن بندہ نہیں ہوسکتا۔

قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد سب سے زیادہ اہمیت زکوٰۃ کی ہے۔قرآن پاک کی تلاوت سے انہیں لوگوں کو ہدایت ملتی ہے جو اللہ سے ہدایت کا طلب گار رہا اور نماز و روزہ کی پابندی کرتا ہو۔جو زکوۃ ادا نہیں کرتا ہے اللہ اس کو ہدایت سے بھی محروم کر دیتا ہے۔قرآن پاک

میں تقریباً بیاسی جگہوں پر اس کی ادائیگی کا تذکرہ آیا ہے اور بتیس جگہوں پر زکوۃ کا ذکر نماز سے ملا ہوا ہے۔ زکوۃ دینے کو مسلمان ہونے کی نشانی سے تعبیر کیا گیا ہے اور زکوۃ نہ دینے کو منافقوں اور مشرکوں کی صفت بتایا گیا ہے۔ زکوۃ کی ادائیگی سے جنت میں جانے کا موقع میسر ہوگا اور نہ دینے سے جہنم کی ایسی وعید سنائی گئی ہے کہ جس کو سن کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ **وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ(۳۴) يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ(۳۵)**

''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو کہ ان کا جمع کیا ہوا سونا اور چاندی، اس دن دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا، یہ وہی سونا چاندی ہے، جو تم نے جمع کیا تھا، اب اپنے جمع کئے ہوئے کا مزہ چکھو۔''

یہ سزا تو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کی ہے۔ حدیث میں بھی اس کی سخت سزا سنائی گئی ہے۔ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جن لوگوں کو اللہ نے مال دیا اور وہ اس کی زکوۃ ادا نہیں کرتے، قیامت کے دن ان کا یہ مال ایک بہت ہی زہریلے اور گنجے سانپ کی شکل میں سامنے آئے گا۔ وہ ان کی گردن میں لپٹ جائے گا اور ان کے جبڑوں کو نوچ نوچ کر کہے گا: ''میں تمہارا جمع کیا ہوا مال ہوں، میں تمہارا خزانہ ہوں۔

اللہ کی پناہ کیسی سخت سزا ہے! کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جو اس سزا کو سن کر بھی زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی برتے گا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے بعض قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی دور خلافت میں ان سے اس طرح جنگ کی جیسے کافروں سے کی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ دین اسلام کے باقی احکام کی پابندی کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوۃ

کے بغیر نماز کا قیام، روزہ رکھنا اور ایمان کی گواہی دینا سب بے کار ہے۔

زمانہ قدیم سے تمام انبیاءؑ کی امتوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم لازمی طور پر دیا گیا ہے۔ کبھی بھی کسی نبی کی شریعت نماز اور زکوۃ کے احکام سے خالی نہیں رہی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں زکوۃ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نماز اور زکوۃ کی فرضیت ایک ساتھ بیان کی گئی ہے۔

زکوۃ فرض ہونے کی شرطیں:

فرضیت زکوۃ کے لیے چھ باتوں کا ہونا ضروری ہے

۱۔ مسلمان ہونا۔ غیر مسلموں پر زکوۃ نہیں ہے۔ اگر کسی اسلامی سلطنت میں بھی وہ رہتے ہوں تو ان پر زکوۃ کی ادائیگی ضروری نہیں ہے۔

۲۔ عاقل ہونا۔ دیوانے اور پاگل پر زکوۃ نہیں ہے۔

۳۔ بالغ ہونا۔ نابالغ بچوں کے پاس چاہے کتنا ہی مال کیوں نہ ہو، اس پر زکوۃ نہیں ہے۔

۴۔ صاحب نصاب ہونا۔

۵۔ پورے سال کا گزرنا۔ مال و اسباب اور سونا چاندی ایک سال تک آدمی کے پاس رہا ہو۔ اس دوران میں اسے کسی ضرورت میں استعمال نہ کیا گیا ہو۔

۶۔ بنیادی ضرورت سے زائد ہونا۔ کھانا کپڑا، رہنے کا مکان اور پیشے کے اوزار یہ سب بنیادی ضرورتیں ہیں۔

نصاب زکوۃ کے حوالے سے شریعت کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ کون کون سا مال موجب زکوۃ ہیں۔
دوسرا یہ کہ اس مال کی کتنی مقدار پر کتنا زکوۃ واجب ہے۔ شریعت نے جن اموال پر زکوۃ فرض کیا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ چوپائے یعنی پالے جانے والے جانور۔

۲۔ سونا چاندی۔

۳۔ سونا چاندی کے بجائے رائج الوقت یعنی موجودہ وقت میں چلنے والے سکے۔

۴۔ سامان تجارت۔

۵۔ کان سے نکلی ہوئی اشیا اور دفینے۔

۶۔ زرعی پیداوار اور پھل۔

نصاب زکوۃ: سونا چاندی یا مال واسباب کی وہ مقدار جس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اسے شریعت میں نصاب کہتے ہیں اور جس کے پاس وہ مقدار موجود ہو اس کو صاحب نصاب کہتے ہیں۔ زکوۃ اس وقت نکالنا ضروری ہوگا جب کسی شخص کو اس مال کا مالک بنے رہنے کی مدت ایک سال ہو جائے۔

مویشیوں کی زکوۃ: پالے جانے والے جانور جیسے گائے، بھینس، اونٹ اور بکری ان سے بار برداری، سواری، کھیتی باڑی کا کام نہ لیا جاتا ہو جیسے گھوڑے، خچر، بیل وغیرہ۔ اونٹ کم سے کم تعداد جس پر زکوۃ عائد ہوتی ہے پانچ ہے۔ گائے بھینس وغیرہ کی زکوۃ کا ابتدائی نصاب تیس ہے اس سے کم کی تعداد میں زکوۃ نہیں ہے۔ اسی طرح بھیڑ بکری کی زکوۃ کا نصاب چالیس سے شروع ہوتی ہے۔ اگر تمام بھیڑیں ہوں تو زکوۃ میں بھیڑ دینا ہوگی اور تمام بکریاں ہیں تو زکوۃ میں بکری نکالی جائے گی۔

سونے چاندی کی زکوۃ: اگر کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو اور اس پر ایک سال کی مدت گذر گئی ہو تو اس پر زکوۃ ادا کرنا ضروری ہوگی۔

موجودہ زمانے میں سونے چاندی کے سکوں کی جگہ پیپر کرنسی نے لے لی ہے۔ اسی لئے اب اسی نقدی پر زکوۃ ہوگی۔

عشر:

کسان زمیں سے جو فصل اگاتا ہے اس کی پیداوار سے جو زکوۃ دی جاتی ہے اس کو عشر کہتے ہیں۔ اس کا حکم زکوۃ سے مختلف ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر آیا ہے: اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنی پاک کمائیوں میں سے اور زمین سے جو ہم نے تم کو دی ہے، اس میں سے بھی۔'' اور فرمایا: ''جب ان میں پھل آجائیں تو خود بھی کھاؤ اور پیداوار کا حق (عشر) بھی ادا کرو۔ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو کچھ زمین سے اگے اس میں صدقہ ہے'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غلہ، پھل، شہد ہر چیز کا عشر دیتے تھے۔ عشر دینا

ہر مسلمان پر فرض ہے۔اس میں عاقل اور بالغ کی کوئی شرط نہیں رکھی گئی ہے۔اور نہ ہی نصاب اور سال گذرنے کی کا کوئی حکم ہے۔

نصف عشر:

اگر زمین کی پیداوار قدرتی پانی یعنی کے بارش کے پانی سے ہوئی ہو تو کل پیداوار کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔اگر اس میں موٹر یا ٹیوبل وغیرہ سے فصل کی سینچائی کی گئی ہے تو کا پیداوار کا بیسواں حصہ دینا ہوگا۔

مستحقین زکوۃ :

ا۔**فقیر** : فقیر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی معیشت کے لئے دوسرے کی مدد کا محتاج ہو۔ یہ لفظ تمام ضرورتمندوں کے لئے عام ہے، جسمانی نقائص یا بڑھاپے کی وجہ سے مستقل طور پر اعانت کے محتاج ہوگئے ہوں، یا کسی عارضی طور پر سرے دست محتاج ہوں اور اگر انہیں مدد مل جائے تو مستقبل میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہوں۔مثلاً یتیم بچے، بیوہ عورتیں، بے روزگار لوگ اور وہ لوگ جو وقتی حادثات کے شکار ہو گئے ہوں۔

۲۔ **مساکین**: اس لفظ میں عاجزی، درماندگی، بے چارگی کے مفہوم شامل ہیں۔مساکین وہ لوگ ہیں جو عام حاجت مندوں کی بہ نسبت زیادہ خستہ حال ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ ایسے لوگوں کو مستحق امداد ٹھیرایا ہے۔جو اپنی ضروریات کے مطابق ذرائع نہ پا رہے ہوں اور تنگ دست ہوں، مگر نہ تو ان کی خودداری کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی اجازت دیتی ہو اور نہ ان کی ظاہری حالات ایسی ہو کہ انھیں ضرورت مند سمجھ کر ان کی مدد کرے۔

۳۔ **عاملین**: وہ لوگ جو زکوۃ وصدقات وصول کرنے اور وصول شدہ اموال کی حفاظت کرنے اور ان کا حساب و کتاب لکھنے اور انھیں تقسیم کرنے میں حکومت یا نظم زکوۃ کے تحت ماموٗر کئے گئے ہوں۔ایسے لوگ کی تنخواہیں زکوۃ وصدقات کی مد سے دی جائے گی۔

۴۔ مؤلفۃ القلوب: تالیف قلب کے معانی ہیں دل موہنا، دل جوئی کرنا۔ جولوگ اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہوں اور مال دے کران کے جوش عداوت کو سرد کیا جا سکتا ہو یا جولوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں اوران کی دل جوئی اورضروریات کی تکمیل کے لیےان کی مالی مدد کی ضرورت ہو، تو ان کو زکوٰۃ دی جائے گی۔

۵۔ الرقاب: یہ رقبہ کی جمع ہے، رقبہ کے معنی گردن کے ہیں، اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو دوسروں کے قبضہ میں چلے گئے ہوں۔ جیسے جنگ میں گرفتار شدہ قیدی یا غلام جن کی رہائی معاوضہ ادا کئے بغیر ممکن نہ ہو۔ ان کی آزادی میں زکوۃ کا مال خرچ کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں غلامی کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے جولوگ جرمانہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے قید کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوں، ان کو زکوۃ کی مد سے رہائی کے لئے مدد دی جاسکتی ہے۔ یہ بھی فی الرقاب کی تعریف آجاتا ہے۔

۶۔ غارمین: غارمین سے مراد وہ قرض دار ہیں، جو اگر اپنے مال سے اپنا پورا قرض ادا کردیں تو فقیر ہو جائیں اوران کے لیے سوال کرنا جائز ہو۔ ان کی قرض کی ادائیگی زکوۃ کے مال سے کی جائے گی۔

۷۔ فی سبیل اللہ: اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے اوراللہ کے دین کے راستوں میں زکوۃ کا مال صرف کیا جائے گا۔

۸۔ ابن سبیل: اس سے مراد ایسا مسافر جس کا زادراہ ختم ہو چکا ہو۔ مسافر خواہ اپنے گھر میں مالدار ہو، لیکن حالت سفر میں اگر وہ مدد کا محتاج ہو جائے تو اس کی مدد زکوۃ کی مد سے کی جائے گی۔

یہ آٹھ مدات جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے کس میں کس حال میں زکوۃ دینی چاہیے اور کس کو کس حال میں زکوۃ نہیں دینی چاہئے۔

ا۔ کوئی شخص اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو زکوۃ نہیں دے سکتا۔ شوہر اپنی بیوی کو بیوی اپنے شوہر کو زکوۃ نہیں دے سکتی۔ ایسے قریبی رشتہ داروں کو زکوۃ نہیں دینی چاہئے جن کا نفقہ صاحب نصاب زکوۃ پر واجب ہو یا جو شرعی وارث ہوں۔

۲۔ زکوۃ صرف مسلمان کا حق ہے، غیر مسلم کا حق نہیں ہے۔ حدیث میں زکوۃ کی تعریف یہ آئی ہے کہ "

توخذ من اغنیاء ھم فترد فی فقراء ھم ۔"یعنی زکوۃ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اوران کے فقیروں میں تقسیم کردی جائے گی۔

اسلام میں تمام کام جماعت کے ساتھ کرنا مطلوب ہے۔انفرادیت کواسلام پسندنہیں کرتا۔مسجددور ہونے یاکوئی اورمجبوری میں نمازتنہاادا کی جاسکتی ہےلیکن جماعت کے ساتھ نمازادا کی جائے گی یہی مطلوب ہے۔اسی طرح زکوۃ کااجتماعی نظم نہ ہوتوالگ الگ زکوۃ نکالنااورصرف کرنابھی صحیح ہے۔لیکن کوشش یہی ہونی چاہئے کہ زکوۃ کااجتماعی نظم کےتحت جمع کیاجائے تاکہ وہاں سےایک ضابطہ اوراصول کےتحت خرچ ہو۔اسی طریقے پرنبی صلی اللہ علیہ وسلم اورخلفائے راشدین کاعمل تھا۔

اللہ تمام صاحب نصاب زکوۃ مسلمانوں کوقرآن وسنت کےمطابق زکوۃ وصدقات اداکرنے کی توفیق دے۔آمین۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ زکوۃ کے معنی کیا ہیں؟

۲۔ زکوۃ کا مقصد کیا ہے؟

۳۔ زکوۃ کن لوگوں پر فرض ہے؟

۴۔ شریعت نے کن اموال پر زکوۃ فرض کیا ہے؟

۵۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کا اعلان کیوں کی؟

۶۔ نصاب زکوۃ میں شریعت کے کتنے پہلو ہیں؟ ان کا ذکر کیجیے۔

۷۔ نصاب کسے کہتے ہیں؟

۸۔ زکوۃ کب واجب ہوتی ہے؟

۹۔ مستحقین زکوۃ ترتیب وار لکھیے؟

۱۰۔ غارمین کسے کہتے ہیں؟

۱۱۔ زکوٰۃ کی تعریف حدیث کی روشنی میں لکھئے؟

۱۲۔ تقسیم زکوۃ کا خلفاء راشدین کے زمانے میں کیا طریقہ تھا؟

۱۳۔ خلفاء راشدین کسے کہتے ہیں؟

۱۴۔ عشر کسے کہتے ہیں؟

۱۵۔ عشر کے بارے میں شریعت کا کیا قانون ہے؟

۱۶۔ اجتماعی طور پر زکوۃ ادا کرنے کے کیا کیا فائدے ہیں؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

زکوٰۃ .... کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔فقیر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی .... کے لئے دوسرے کی مدد کا محتاج ہو۔کوئی شخص اپنے .... کو زکوۃ نہیں دے سکتا۔ ایسے قریبی رشتہ داروں کو........... نہیں دینی چاہئے جن کا نفقہ............ زکوۃ پر واجب ہو یا جو شرعی وارث ہوں۔موجودہ زمانہ میں................ کا رواج نہیں ہے۔ .... کو اسلام پسند نہیں کرتا۔

(ج) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

غارمین	....
فی سبیل اللہ	....
عرف عام	....
مامور	....
اعانت	....

عملی مشق

اپنے گاؤں کے مسکین اور غریب کی ایک فہرست بنایئے جس کا مقصد یہ ہو کہ آپ سارے طلبہ مل کر اس ماہ رمضان المبارک میں ان تمام کی امداد زکوۃ کے ذریعہ کریں گے۔

اپنے کلاس کے تمام طلبہ مل کر ایک دعوت کا نظم کیجیے جس میں اپنے غریب و نادار ساتھیوں کو مدعو کیجیے۔

سبق(۶)

حج

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں اللہ پاک کی عبادت کے لیے ایک مقدس گھر بنایا، جس کو خانہ کعبہ یا بیت اللہ کہتے ہیں۔ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اس گھر کو ایک اللہ کی عبادت کے لیے مختص کریں، ہر طرح کی ناپاکی سے پاک کریں اور لوگوں کو اس گھر کی زیارت کے لیے آواز لگائیں کہ لوگ اس کی زیارت اور اس کا طواف اور اس کے اردگرد کے مخصوص مقامات میں مخصوص ایام میں مخصوص اعمال کریں۔ اسی کا نام حج ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ لوگوں نے اس گھر کے تقدس کو پامال کر دیا اور اس میں بتوں کو رکھ دیا اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اللہ کے گھر کو ان بتوں سے پاک کیا اور ساری دنیا میں توحید کو عام کرنے اور اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلانے کے لئے دوبارہ خانۂ کعبہ کو اسلام کا مرکز و محور بنا دیا۔

حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں جسم کی طاقت اور مال و دولت دونوں یکساں طور پر خرچ ہوتے ہیں، یہ دونوں چیزیں جب کسی مسلمان مرد یا عورت کے پاس جمع ہو جائیں تو ان پر حج کی ادائیگی لازمی ہو جاتی ہے۔ حج مال دار عاقل، بالغ، تندرست مسلمان پر عمر بھر میں ایک بار فرض ہے۔ عورت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ سفر میں کوئی محرم بھی ہو۔

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے گیے۔ مسلمانوں نے جب ذرا سکون کا سانس لیا تو ۶ھ میں اللہ تعالی نے حکم نازل کیا کہ اللہ کو خوش کرنے کے

لئے حج اور عمرہ کرو۔اس سال مکہ کے لوگوں نے آپ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو بلا کر حج کی ادائیگی کے پہلے ہی واپس لوٹا دیا۔ پھر ۱۰ھ کو آپ ﷺ کئی ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں مکہ مکرمہ حج کی غرض سے گئے اور تقریباً ایک لاکھ لوگوں کے ہمراہ آپ ﷺ نے مناسک حج ادا کیا۔

لغت میں حج کے معنیٰ ''کسی بڑے مقصد کا ارادہ کرنا'' ہے۔شرعی اصطلاح میں وہ خاص اعمال جو مخصوص ایام میں ایک خاص جگہ اور خاص طریقہ سے ادا کئے جائیں۔حج ایک ایسی عبادت ہے، جو ہمیں ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ کے لیے یکسو ہو جانے کا درس دیتی ہے اور یہ عبادت اجتماعیت واتحاد کا درس دیتی ہے، رنگ ونسل کا امتیاز ہو، چاہے ذات پات کا اختلاف ہو، سب کو ختم کر دیتی ہے۔اس عبادت کی جہاں بے شمار فضیلتیں ہیں، وہیں اس میں بے شمار حکمتیں بھی پوشیدہ ہیں۔

حج کی فرضیت وفضیلت

قرآن کریم میں حج کا حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔**وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً** (آل عمران:۹۷) ''اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو''۔

اتموا الحج والعمرة لله (البقرة.١٩٦) ''اور اللہ کے لئے حج اور عمرہ کو پورا کرو''۔

حدیث میں بھی جگہ جگہ حج کی فضیلت آئی ہے۔ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے حج کیا، حج میں تمام بے شرمی کی باتوں سے الگ رہا، کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کیا اور نہ کوئی دوسرا برا کام کیا، جب وہ حج سے واپس ہوگا تو گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوگا، جیسا وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت تھا'' بے شک حج سے تمام برائیاں دور ہو جاتی ہیں، مگر اس حال میں جب کہ حج کرنے والے کی غرض صرف اللہ کو خوش کرنا ہو، لوگوں کو دکھانا، نام پیدا کرنا اور کوئی دنیاوی فائدہ حاصل کرنا نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی شخص کے پاس راستے کا خرچ بھی ہو اور سواری بھی ہو اور پھر وہ حج نہ کرے تو اس کے حج کے بغیر مر جانے اور یہودی یا نصرانی ہو کر مر جانے میں کوئی فرق نہیں

ہے۔حج کا بہت بڑا ثواب ہے۔ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: ''حج کا بدلہ جنت ہے۔اور فرمایا: حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔اگر وہ دعا کریں تو اللہ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور اگر مغفرت چاہتے ہیں تو اللہ ان کی مغفرت فرماتا ہے۔

حج کی اصطلاحیں:

۱۔ احرام: احرام حج کا لباس پہننا، حج کی نیت کرنا، حج کی دعا پڑھنا۔

۲۔ میقات: وہ جگہ جہاں پہنچ کر حج کرنے والے احرام باندھتے ہیں۔

۳۔ تلبیہ: احرام باندھنے کے بعد سے، حج کے ختم ہونے تک، اٹھتے بیٹھتے اور حج کے ارکان ادا کرتے وقت جو دعا پڑھتے ہیں، اس کو تلبیہ کہتے ہیں۔تلبیہ یہ ہے:

لبیک اللھم لبیک ، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد و النعمة لک و الملک لا شریک لک

''حاضر ہوں اے اللہ! میں تیری پکار پر تیرے دربار میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں تیرے در پر حاضر ہوں، بے شک تعریف تیرے لیے ہے اور نعمت بھی تیری ہی ہے اور بادشاہت بھی تیرے ہی لیے ہے۔تیرا کوئی شریک نہیں۔''

۴۔ تہلیل: **لا اله الا الله محمد رسول الله** پڑھنا۔

۵۔ طواف: خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانا۔

۶۔ سعی: صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے درمیان چکر لگانا۔

۷۔ وقوف: عرفات اور مزدلفہ میں کچھ دیر ٹھہرنا۔

۸۔ رمی: جمرہ کو کنکریاں مارنے کو ''رمی'' کہتے ہیں۔

۹۔ حلق: بال منڈوانا۔

۱۰۔ تقصیر: بال کٹوانا اور چھوٹے کروانا۔

۱۱۔ عمرہ: احرام باندھ کر کعبے کا طواف کرنا اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا۔حج کے علاوہ دنوں میں

بھی عمرہ کر سکتے ہیں۔

حج کی قسمیں: حج کی تین قسمیں ہیں۔قرآن،تمتع، افراد

حج قِرآن: اس طریقہ حج کو کہتے ہیں،جس میں احرام باندھتے وقت حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی ہو۔ یہ حج کرنے والا قارن کہلاتا ہے۔اس حج میں عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھا جاتا ہے مگر عمرہ کی ادائیگی کے بعد ’’قارن حلق یا تقصیر‘‘ نہیں کرواسکتا بلکہ وہ حالت احرام ہی میں رہے گا۔ وہ دسویں ذی الحجہ کو جانور کی قربانی کرنے کے بعد حلق یا تقصیر کروا کر احرام کھول دے گا۔

حج تمتع: اس طریقہ حج کو کہتے ہیں،جس میں حج کے دنوں احرام باند کر حج تمتع کی نیت کر کے پہلے عمرہ کر لیا جائے۔اس کے بعد احرام کھول لیا جائے۔ پھر آٹھویں ذی الحجہ کو احرام باندھ کر حج کرلیا جائے یہ حج کرنے والا متمتع کہلاتا ہے۔ ۔

حج افراد: وہ حج جس میں احرام باندھتے وقت صرف حج کا ارادہ کیا گیا ہو۔ایسا حج کرنے والا مفرد کہلاتا ہے

احرام کے محرمات

احرام کی حالت میں مندرجہ ذیل امور حرام ہیں۔

۱۔ سر یا جسم کے بالوں کا کاٹنا یا نوچنا۔

۲۔ ناخن کاٹنا۔

۳۔ مردوں کا سلے ہوئے کپڑے پہننا۔جیسے قمیص،سلوار یا پاجامہ وغیرہ۔

۴۔ مردوں کا سر ڈھا کنا۔

۵۔ پاؤں میں موزے، جراب یا کوئی ایسا جوتا پہننا جس سے کعبین (ٹخنے) چھپ جائیں۔

۶۔ خوشبو لگانا۔

۷۔ عورتوں کا چہرہ ڈھاپنا۔

۸۔ دستانے استعمال کرنا۔

۹۔ نکاح کرنا،کروانا یا پیغام نکاح دینا۔

۱۰۔ خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا۔

۱۱۔ جماع کرنا یا شہوت کی باتیں یا عمل کرنا۔

۱۲۔ بدکاری و معصیت کے تمام کام۔

۱۳۔ لڑائی جھگڑا کرنا یا گالم گلوچ کرنا۔

احرام کے مباحات

مندرجہ ذیل کام احرام کی حالت میں مباح ہیں۔

۱۔ غسل کرنا، سر کا دھونا اور چادر و تہبند کا بدلنا۔

۲۔ سر پر سایہ کرنا۔

۳۔ بطور علاج آنکھ میں سرمہ لگانا یا کوئی دوا ڈالنا۔

۴۔ کوئی ایسا کپڑا استعمال کرنا جس پر خوشبو لگائی گئی ہو لیکن اسے دھو دیا گیا ہو۔

۵۔ سمندری جانور کا شکار کرنا۔

۶۔ عورت کا چھونا۔

۷۔ موذی جانوروں کا مارنا۔

۸۔ خادم کو برائے تادیب سرزنش کرنا۔

۹۔ فصد لگوانا۔

۱۰۔ سر یا بدن میں کھجلی کرنا۔

حج کا طریقہ

حج میں تین باتیں فرض ہیں۔ اگر وہ چھوٹ جائیں تو حج نہ ہوگا۔ حج کا پورا طریقہ یہ ہے کہ مکہ پہنچ کر پہلے طواف قدوم کرتے ہیں، اگر موقع ملتا ہے تو طواف کی نیت کر کے حجر اسود کو چومتے ہیں یا ہاتھ کا اشارہ کر کے بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر طواف شروع کر دیتے ہیں خانہ کعبہ کا سات چکر لگاتے ہیں اور ہر چکر کی شروعات اسی طرح کرتے ہیں۔ اس درمیان مختلف دعائیں اور ذکر واذکار کرتے رہتے ہیں، رکن یمانی

اورحجراسود کے درمیان’’ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار‘‘دعا پڑھتے ہیں۔طواف ختم ہونے کے بعد دو رکعت نمازیں مقام ابراہیم کے پاس یا مسجد حرم میں جہاں جگہ ملے ادا کرتے ہیں۔وہاں سے سیدھا کوہ صفا پر چڑھتے ہیں اور کعبہ کی طرف رخ کر کے اللہ سے دعا کرتے ہیں اور مروہ کی طرف چل دیتے ہیں۔کچھ دور چلنے کے بعد ہری بتی نظر آتی وہاں دوسری ہری بتی کے درمیان مرد ہلکی دوڑ لگاتے ہیں۔جبکہ خواتین عام چال میں ہی چلتی ہیں۔اس طرح مروہ پر پہنچ کر ایک چکر پورا ہو گیا۔وہاں بھی حاجی کعبہ کی طرف رخ کر کے دعا کرتے ہیں۔پھر صفا کی جانب چل دیتے۔صفا پر پہنچ کر دوسرا چکر مکمل ہو گیا۔اسی طرح سات چکر لگاتے ہیں۔جو مروہ پر مکمل ہوتا ہے۔اس کے بعد حج تمتع کرنے والے حلق یا تقصیر کر کے احرام کھو دیتے ہیں۔

۸؍ذی الحجہ کو فجر کی نماز پڑھ کر حج تمتع اور افراد والے احرام باندھ کر حج کی نیت کر کے اور حج قران کرنے والے اپنے پرانے ہی احرام میں منیٰ کو چل دیتے ہیں۔رات کو منیٰ میں رہتے ہیں۔۹؍ذی الحجہ کو میدان عرفات کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔وہاں شام تک قیام کرتے ہیں۔عرفات منظر بڑا ہی عجیب ہوتا ہے دنیا بھر سے آئے ہوئے اللہ کے لاکھوں مخلص بندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دور دور تک نظر آتا ہے۔کوئی گورا کوئی کالا،کوئی چھوٹا کوئی بڑا،مگر سب کا ایک ہی لباس،سب کی زبانوں پر ایک ہی اللہ کی بڑائی۔نہ کوئی غریب ہے نہ کوئی امیر،نہ کوئی راجا ہے نہ پرجا۔سب ایک ہی اللہ کے بندے ہیں۔سب بھائی بھائی ہیں۔حاجی عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں۔سورج غروب ہونے کے بعد وہاں سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔مزدلفہ میں مغرب اور عشا کی نمازیں ایک ساتھ ملا کر پڑھی جاتی ہیں۔رات کو مزدلفہ ہی میں قیام رہتا ہے۔۱۰؍ذی الحجہ کو فجر کی نماز پڑھ کر منی کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اور دو پہر سے پہلے پہلے منی میں پہنچ کر جمرہ عقبہ پر سات دفعہ کنکریاں پھینکتے ہیں۔رمی کے بعد تلبیہ کہنا بند کر دیتے ہیں۔پھر قربانی کر کے بال منڈواتے یا کترواتے ہیں اور احرام اُتار کر اپنے روزمرہ کے کپڑے پہن لیتے ہیں۔پھر طواف زیارت کے لیے مکہ جاتے ہیں۔طواف

زیارت کے بعد منیٰ آ جاتے ہیں۔منی میں ۱۲/ذی الحجہ تک رہتے ہیں۔ان دنوں یعنی گیارھویں اور بارھویں دونوں دنوں میں مسجد خیف کے پاس جو تینوں جمرے ہیں ان کی رمی کرتے ہیں۔ ہر ایک پر سات کنکریاں پھینکتے ہیں اور کنکریاں پھینکتے ہوئے تکبیر کہتے ہیں۔اس رمی میں پہلے جمرہ اولیٰ کی پھر جمرہ وسطیٰ کی پھر جمرہ عقبہ کی رمی کرتے ہیں۔ذی الحجہ کی بارھویں تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے اگر منیٰ سے نکل آئے تو ٹھیک ورنہ تیرہویں ذی الحجہ کو تینوں جمرات کی رمی کے بعد منیٰ سے مکہ جائیں گے اور مکہ چھوڑنے سے پہلے طواف وداع کریں گے۔اب حج مکمل ہوگیا۔

حج میں اللہ نے بہت سارے فوائد رکھے ہیں۔اس کی وجہ سے اللہ نے مکہ شہر کو تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک مرکز بنا دیا ہے۔دنیا کے ہر خطہ سے ایک ہی وقت میں اللہ سے محبت کرنے والے جمع ہو جاتے ہیں۔ایک دوسرے سے ملنے کی وجہ سے آپس میں اسلامی محبت پروان چڑھتی ہے اور یہ جذبہ دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور اخوت کا عالمی پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔اس طرح سے حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں ایک طرف ایک خدا کی عبادت کی جاتی ہے اور ساتھ ہی تمام دنیا کے مسلمانوں کی کانفرس بھی ہے اور مسلمانوں میں اخوت اور بھائی چارگی، اتحاد پیدا کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ بھی حج ہے۔

حجاج موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے۔حج سے پہلے یا بعد میں مسجد نبوی کی زیارت کو بھی جاتے جہاں نمازیں پڑھتے ہیں اور پیارے رسول ﷺ کے قبر مقدس کی زیارت کرتے ہیں۔آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔اور دین دنیا کی دولتوں سے دامن بھر کر واپس آتے ہیں۔اللہ تعالی ہم سب کو خانہ کعبہ کی زیارت نصیب کرے۔ پیارے رسول ﷺ کا روضہ اطہر دکھائے اور حج کی نعمتوں سے مالا مال کرے۔آمین

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ حج کسے کہتے ہیں؟

۲۔ حج کن لوگوں پر فرض ہے؟

۳۔ حج کی فرضیت کے بارے میں قرآن سے دلیل دیں۔

۴۔ حج کی فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث رسول لکھیے۔

۵۔ حج سے ہمیں کیا دروس ملتے ہیں؟

۶۔ تلبیہ کسے کہتے ہیں؟ ترجمہ کے ساتھ لکھیے۔

۷۔ عمرہ کی ادائیگی کا طریقہ لکھیے۔

۸۔ حج کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف لکھیے۔

۹۔ حج کے فوائد لکھیے۔

۱۰۔ کس مہینہ میں حج ادا کیا جاتا ہے؟

۱۱۔ حج کا طریقہ اختصار کے ساتھ لکھیے۔

۱۲۔ طواف قدوم کسے کہتے ہیں؟

۱۳۔ سعی کسے کہتے ہیں؟

۱۴۔ حج کے ایام میں مغرب وعشا کی نماز ایک ہی وقت میں کہاں ادا کی جاتی ہے؟

۱۵۔ کیا مدینہ جانا بھی اعمال حج میں شامل ہے؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

حج ....

سعی ....

طواف ....

قدوم ....

درس ....

امتیاز ....

تحلیق ....

تقصیر ....

کوہ ....

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

حج میں اللہ نے بہت سارے..........رکھے ہیں ۔اس کی وجہ سے اللہ نے..........شہر کو تمام دنیا کے..............کا ایک مرکز بنا دیا ہے۔دنیا کے ہر خطہ سے ایک ہی .... میں اللہ سے محبت کرنے والے .... ہو جاتے ہیں۔ایک دوسرے سے ملنے کی وجہ سے آپس میں..........محبت پروان چڑھتی ہے اور یہ جذبہ.......... میں جاگزیں ہو جاتا ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان آپس میں.......... ہیں اور اخوت کا عالمی پیش.......... ثابت ہوتے ہیں ۔اس طرح سے حج ایک ایسی .... ہے جس میں ایک طرف ایک ....کی عبادت کی جاتی ہے اور ساتھ ہی تمام.......... کے مسلمانوں کی کانفرس بھی ہے اور مسلمانوں میں اخوت اور ....،اتحاد پیدا کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ بھی حج ہے۔

عملی مشق

کسی حاجی سے روداد سفر سن کر اپنے لفظوں دو صفحوں میں تحریر کیجیے۔

سبق (۷)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام عثمان اور والد کا نام عفان تھا۔ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی بیضاء ام الحکیم عبد اللہ بن عبد المطلب کی سگی بہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ ماں کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ عام الفیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے۔

لقب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالنورین تھا۔ ذوالنورین کے معنی دو نور والے کے ہوتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد پیارے رسول ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح کر دیا۔ لیکن اللہ کا کرنا مدینہ ہجرت کے تھوڑے ہی دنوں بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ جس سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت غم گین ہوئے۔ پیارے رسول ﷺ نے تسلی دی اور اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا۔ اسی لیے ذوالنورین لقب پڑا۔

قبول اسلام

عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک روز حسب معمول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پاس تشریف لے گئے ، اسلام سے متعلق بات چیت شروع ہوئی ان کی باتوں سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو ئے ، کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گئے ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کی وجہ سے ان کے چچا حکم بن ابی العاص نے آپ کو ایک کمرے میں بند کر دیا اور کہا کہ تم نے آبائی مذہب چھوڑ کر نیا دین اختیار کر لیا ہے، جب تک نئے دین کو نہیں چھوڑ و گے میں تمہیں آزاد نہیں کروں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ سابقون الاولون میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت مل گئی تھی ۔

خدمات

حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا، کفار مکہ نے ان کو قید کر لیا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کی خبر ملی ۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ ہوا۔ ان کی شہادت کا انتقام لینے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت کی بیعت لی ۔ بیعت کے دوران ہی یہ خبر ملی کہ عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں ۔ اس بیعت کو بیعت رضوان اور بیعت شجرہ بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت سخی تھے ان کی سخاوت کا ذکر سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے۔ غزوہ تبوک کے موقعے سے مسلمان معاشی لحاظ سے بہت بدحال تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے مالی اعانت طلب کی، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ساز وسامان کے ساتھ تین سو اونٹ اور ایک ہزار دینار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی ۔

مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لانے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مدینہ میں میٹھے پانی کے لئے بڑی تکلیف تھی ۔ مدینہ میں میٹھا پانی کا صرف ایک ہی کنواں

تھا جس کا نام 'بئیر رومہ' تھا جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ یہودی مہنگے داموں میں پانی فروخت کیا کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس کنوئیں کو خرید کر اللہ کے راستے میں وقف کرے گا اس کے لئے جنت کی خوشخبری ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خرید کر وقف کر دیا۔

ایک مرتبہ قحط سالی سے لوگ سخت پریشان تھے، ایک ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے لے کر آئے اور مدینہ کے فقراء میں تقسیم کر دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس طرح جود و سخا کے بلند مقام پر تھے۔ انہوں جب مسجد نبوی میں توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی تو آس پاس کی زمینیں خرید کر مسجد کی تعمیر و توسیع کرائی۔ جگہ جگہ مسجدیں، مسافر خانے اور سرکاری دفاتر اور عمارتیں بنوائیں نیز پل اور سڑکیں بنوائیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا سب بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے قرآن شریف پڑھنے کا ایک طریقہ مقرر کیا اور اسے قرأت قریش میں لکھوا کر ملک بھر میں پھیلایا۔ اسی کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ قیام اللیل، تہجد گذاری اور نوافل روزوں کا اہتمام بھی کرتے تھے، جس دن آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس دن بھی روزے سے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مدت تک کتابت وحی کے منصب پر فائز تھے۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط بھی لکھا کرتے تھے۔

خلافت

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی ہدایت کی روشنی میں ان کے نامزد کردہ چھ رکنی کمیٹی جو '' حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ '' پر مشتمل تھی۔ اس کے اہم رکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو خلافت کے عہدے سے دست بردار ہو کر سب کے مشورے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کے طور پر نامزد کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۲۴ ھ میں خلافت سنبھالی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فوج کو جدید عسکری انداز میں ترتیب دیا۔ آپ ہی

کے دورِ خلافت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلا بحری بیڑا تیار کر کے بحراوقیانوس میں اتار دیا۔ اسلامی فوجوں نے عثمانی دورِ خلافت میں متعدد ممالک فتح کیے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حدودِ خلافت بہت وسیع ہوگئی تھیں۔ ان ممالک میں حکومتی نظام، فوجداری نظام اور عدالتوں کا قیام آپ کا سنہرہ کارنامہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو حکم نامہ جاری کیا جس میں یہ تحریر تھا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے امام یا امیر کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ قوم کا نگراں یا چرواہا ہو، اور اللہ تعالیٰ نے اس لئے اس کو امیر نہیں بنایا کہ وہ عوام کو ٹیکسوں کے بوجھ تلے روند ڈالے''۔

شہادت

ملک کی توسیع و استحکام کے خوش حال ملک بنانے والے نیک دل خلیفہ کے خلاف کچھ شر پسندوں نے فتنہ پروری کی، بے بنیاد اور جھوٹے الزامات لگائے۔ عوام کو ورغلایا اور خفیہ سازشیں کیں۔ اور مطالبہ کیا کہ وہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ لیکن ان کو پیارے نبی ﷺ کی یہ بات یاد تھی کہ ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ''اے عثمان! اللہ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا جب منافق اس خلافت کی قمیص کو اتارنے کی کوشش کریں تو اس کو مت اتارنا یہاں تک کہ مجھے آملو (شہید ہو جاو)۔'' چنانچہ اسی عہد پر قائم رہے۔ بلآخر ۳۵ھ ہجری ذیقعدہ کے پہلے عشرہ میں باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ کے دوران ان باغیوں نے ۴۰ دنوں تک کھانا پانی بند کر دیا اور ۱۸ ذوالحجہ کو خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے روزے کی حالت میں انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۱۲ دن کم ۱۲ سال تک ۴۴ لاکھ مربع میل کے وسیع و عریض خطہ پر نظامِ خلافت کو چلانے کے بعد جامِ شہادت نوش کیا۔ رضی اللہ عنہ۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے والد کا نام کیا تھا؟

۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لقب کیا تھا؟

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کیوں کہا جاتا ہے؟

۴۔ بیعت رضواں کس بیعت کو کہتے ہیں؟

۵۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتنے اونٹ اور کتنے دینار پیش کیے؟

۶۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کس کنویں کو کس سے خرید کر وقف کیا تھا؟

۷۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا کارنامہ کیا ہے؟

۸۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو جو حکم نامہ جاری کیا تھا اس میں کیا تحریر تھا؟

۹۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کب اور کس حالت میں شہید کیا گیا؟

۱۰۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتنے دنوں اور کتنے مربع میل پر خلافت کی؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

ذوالنورین ....

اعانت ....

توسیع ....

عشرہ ....

نوش ....

وسیع و عریض ....

فوجداری ....

ابائی ....

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک روز حسب معمول .... پاس تشریف لے گیے، .... سے متعلق بات چیت شروع ہوئی ان کی باتوں سے بہت زیادہ .... ہوئے اور اسی وقت .... خدمت حاضر ہوئے، کلمہ شہادت پڑھ کر .... کے دائرہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اسلام .... کی وجہ سے ان کے چچا .... نے آپ کو ایک کمرے میں ..... کر دیا اور کہا کہ تم نے ابائی .... چھوڑ کر نیا دین اختیار کر لیا ہے، جب تک نئے ...... کو نہیں چھوڑو گے میں تمہیں .... نہیں کروں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ .... الاولوں میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دنیا ہی میں .... کی بشارت مل گئی تھی۔

(د) مندرجہ ذیل جملوں کو صحیح کر کے لکھیے:

☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی بیضاء ام الحکیم عبداللہ بن عبدالمطلب کی سگی پھوپھی تھیں۔
☆ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مدینہ بھیجا۔
☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تاحیات کتابت وحی کے منصب پر فائز تھے۔
☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ بنائے گئے۔
☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حدود خلافت بہت تنگ ہو گئی تھیں۔

سبق (۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علی رضی اللہ عنہ نام، ابوتراب کنیت اور حیدر ان کا لقب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ یہ خاندان حرم کعبہ کی خدمات، سقایہ زمزم کے انتظامات کی نگرانی اور حجاج کرام کے ساتھ تعاون و امداد کے لحاظ سے مکہ کا ممتاز خاندان تھا۔ بنی ہاشم کو سب سے بڑا اشرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نصیب ہوا وہ نبی آخرالزمان، سرورعالم کی بعثت ہے، جو دوسرے تمام اعزازات سے بلند تر ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا اور والد محترم کا نام ابو طالب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب اور والدہ فاطمہ دونوں ہاشمی تھے۔ اس طرح حضرت علی نجیب الطرفین ہاشمی پیدا ہوئے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئیں اور ہجرت مدینہ کا شرف بھی حاصل کیا۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضور پاک ﷺ نے خود ان کے کفن دفن کے انتظامات فرمائے تھے اور اپنی قمیص مبارک ان کے کفن میں شامل فرمایا اور قبر کے تیار ہونے پر پہلے خود اس میں داخل ہوئے، ان کے لئے دعائے مغفرت بھی کی۔ ابو طالب پیارے رسول ﷺ کے حقیقی چچا تھے۔ عبدالمطلب کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے ہی ان کی پرورش و پرداخت کی تھی اور نازک اور سخت ترین گھڑی میں بھی آپ ﷺ کا ساتھ کبھی نہ چھوڑا۔ جب تک وہ بقید حیات رہے کافر حضور پاک ﷺ کو ستاتے ہوئے ڈرتے اور جھجک محسوس کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بچپن سے ہی پیارے رسول ﷺ کے ساتھ رہے وہیں پرورش پائی۔ پیارے رسول ﷺ کو حضرت علیؓ سے بے انتہا محبت تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کی دل وجان سے خدمت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالی نے بچپن میں ہی ان کو ایمان کی دولت بخشی۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

ہجرت:

مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے جب مدینہ کی جانب ہجرت کا موقع ملا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر تئیس سال تھی۔ اس وقت سبھی خاص قسم کے لوگ ہجرت کر چکے تھے۔ مکہ میں صرف پیارے رسول ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رہ گئے تھے۔

پیارے رسول ﷺ کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے وقت سرور کائنات نے مشرکین مکہ کے محاصرے اور ان کے برے ارادوں کی اطلاع پا کر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر استراحت کرنے کا حکم دیا اور مکہ کے لوگوں کی وہ امانتیں جو پیارے رسول ﷺ کے پاس رکھی گئی تھیں، ان کے مالکوں کے سپرد کر دینے کی ہدایت فرمائی۔ اس شدید خطرے کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پیارے رسول ﷺ کے حکم سے ان کے بستر پر سکون واطمینان کے ساتھ محوخواب ہو گئے۔ مشرکین مکہ یہ سمجھتے رہے کہ پیارے رسول ﷺ ہی اپنے بستر پر موجود ہیں۔ وہ علی الصبح اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لئے اندر آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پیارے رسول ﷺ کی جگہ آپ کا ایک جاں نثار اپنے پیارے نبی ﷺ پر قربان ہونے کے لئے موجود ہے۔ جب کہ پیارے رسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر رات کے وقت ہی مدینہ منورہ جانے کے لئے نکل چکے تھے۔ مشرکین اپنی اس غفلت کی بنا پر ایک دوسرے پر برہم ہوتے رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر اپنے اصل مقصود کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پیارے رسول ﷺ کے مکہ سے تشریف لے جانے کے بعد دو یا تین

دن مکہ میں رہے اور پیارے رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کر کے اور لین دین کے تمام معاملات حل کر کے تیسرے یا چوتھے دن مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

غزوات

مدینے پہنچ کر اسلامی لڑائیوں کا جو آغاز ہوا، ان لڑائیوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ برابر شریک رہے۔ ۲ھ میں غزوہ بدر میں تین سو تیرہ جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نمایاں تھے۔ بدر کے میدان میں پہنچتے ہی پیارے رسول ﷺ نے دشمن کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند منتخب جاں بازوں کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے نہایت خوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور مجاہدین اسلام نے مشرکین سے پہلے پہنچ کر بدر کے اہم مقامات پر قبضہ کر لیا۔ سترھویں رمضان کو جنگ کی ابتدا میں قاعدہ کے مطابق پہلے تنہا مقابلہ شروع ہوا تو مشرکین مکہ کی طرف سے تین بہادر جنگجو نکلے اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے بلایا۔ تین انصاری مسلمانوں نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور آگے بڑھے تو مشرکین کے بہادر جنگجوں نے ان کا نام و نسب پوچھا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ یثرب کے نوجوان ہیں تو ان کے ساتھ لڑنے سے مشرکین نے انکار کر دیا اور پیارے رسول ﷺ کو پکار کر کہا کہ ہمارے مقابلے میں ہمارے ہمسر قبیلہ قریش کے آدمی بھیجو۔ اس پر پیارے رسول ﷺ نے اپنے خاندان کے تین قریبی عزیزوں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو میدان میں بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمن ولید کو ایک ہی وار میں تہہ تیغ کر دیا۔ اس کے بعد جھپٹ کر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی مدد کی اور ان کے دشمن کو بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے اور بہت سے کفار کو جہنم واصل کیا۔ دوسرے غزوات میں بھی انہوں نے اپنی تلوار کے جوہر دیکھائے۔ ۷ھ میں فتح خیبر کا شرف بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ اس معرکہ میں پیارے رسول ﷺ نے اپنا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور علم دینے سے ایک دن پہلے فرمایا تھا کہ ''کل ایک ایسے بہادر کو

میں علم دوں گا جو خدا اور رسول کا محبوب ہے اور خیبر کی فتح اسی کے ہاتھ سے ہوگی۔ اس معرکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہودیوں کے سردار مرحب کو ایک ہی وار میں جہنم واصل کر دیا اور حیرت انگیز شجاعت و دلیری کے ساتھ خیبر کے مضبوط قلعہ کو فتح کر لیا۔

نکاح

اسی سال غزوہ بدر کے بعد ۲ ہجری میں پیارے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی محبوب ترین صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ پیارے رسول ﷺ نے خود نکاح پڑھایا اور دونوں میاں بیوی کو خیر و برکت کی دعا دی۔

غزوۂ تبوک

۹ ہجری میں غزوۂ تبوک کی مہم کے موقع پر پیارے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر والوں کی حفاظت کے لیے مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میرے نزدیک تمہارا وہ رتبہ ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

خلافت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مہاجرین اور انصار دونوں نے مل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت قبول کرنے کی پیش کش کی اور ۲۱ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری کو سوموار کے دن مسجد نبوی میں ان تمام لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تقریبا پانچ سال تک رہا۔ یہ پورا عرصہ جو ان کی خلافت پر محیط ہے وہ سارا زمانہ فتنوں، خانہ جنگیوں اور اندرونی خلفشار کا شکار رہا۔ مسلمان آپس میں ہی ایک دوسرے سے لڑتے رہے اور ایک دوسرے کو مارتے رہے جس کے نتیجے میں بہت سے مسلمان مارے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان جنگوں کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر انہیں کامیابی نہ مل سکی اور خانہ جنگی کی یہ آگ کبھی دب نہ سکی۔

سادہ زندگی

حضرت علی رضی اللہ نے ہمیشہ سے غربت والی اور مفلسانہ زندگی گزاری۔ دنیاوی عیش وعشرت کے ساز وسامان سے قطعا دلچسپی نہیں تھی۔ محنت ومزدوری کرتے، گھر کے چھوٹے موٹے کام خود ہی کیا کرتے تھے۔ پانی خود ہی بھر کر لاتے اور بازار سے سودا سلف بھی خود خرید کر لاتے۔ ان کی شریک زندگی بھی ایسی ہی تھیں۔ خود ہی چکی پیستیں، گھر کا سارا کام خود ہی انجام دیتیں، سادگی اختیار کرتیں، موٹا جھوٹا لباس پہنتیں اور کبھی کبھار تو کئی وقتوں کا فاقہ بھی برداشت کرنا پڑتا مگر اف تک نہ کرتیں۔ گھر میں کوئی مانگنے والا آ جاتا تو کبھی خالی ہاتھ نہ جانے دیتیں۔ نہایت سادہ لوح اور منکسر المزاج تھیں۔

شہادت

دنیا بڑی ظالم ہے اور ہر نیک انسان اس کی زد میں آ جاتا ہے۔ اس دنیا نے حضرت علی رضی اللہ جیسے نیک اور شریف النفس انسان کو بھی چین وسکون سے رہنے نہیں دیا۔ بد بخت لوگ ان کے جانی دشمن بن گئے، ان کی جان لینے کی ٹھان لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز فجر میں سجدے کی حالت میں تھے کہ عبد الرحمٰن ابن ملجم خارجی نے ۲۶/ جنوری ۶۶۱ء بمطابق ۱۹/ رمضان، ۴۰/ ھ کو کوفہ کی مسجد میں زہر آلود خنجر کے ذریعہ قاتلانہ حملہ کیا، علی رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے، اگلے دو دن تک آپ زندہ رہے۔ لیکن زخم گہرا تھا، چنانچہ جاں بر نہ ہو سکے اور ۲۰/ رمضان ۴۰/ ہجری جمعے کی رات کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ''ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی طرف لوٹ کر جائیں گے۔''

خوبیاں

۱۔ عالمِ اسلام کے چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں''

''تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علی رضی اللہ عنہ ہے''

'' علی رضی اللہ عنہ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السّلام سے تھی''

''یہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے ہوتا ہے''

۲۔خیبر کی فتح کا جھنڈا پیارے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تو اللہ نے نصرت فرمائی۔

۳۔مدینہ میں جب انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیارے رسول ﷺ سے کہا: ''آپ ﷺ نے کسی کو میرا بھائی نہیں بنایا؟ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا: ''تم دنیا اور آخرت دونوں میں میرے بھائی ہو۔''

۴۔ہجرت کے وقت پیارے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اور لوگوں کی امانتیں ان کے حوالے کیں۔

۵۔بدر کی لڑائی میں بہت سے کافر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار سے جہنم واصل ہوئے اور اللہ نے اسلام کو سر بلند کیا۔

۶۔مکہ کے کافروں کو سورہ توبہ سنانے کے لئے پیارے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

۷۔غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا والی مقرر کیا تھا۔

۸۔حضور پاک ﷺ کو انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا تھا۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب کیا تھا؟

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کس خاندان کے چشم چراغ تھے؟

۳۔ بنی ہاشم کو سب سے بڑا اشرف کیا ملا؟

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والدین کے نام لکھیے۔ ان دونوں میں سے ایمان کی دولت کس کو نصیب ہوئی؟

۵۔ غزوہ بدر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کس سے ہوا تھا؟

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی پیارے نبی ﷺ کی کس بیٹی سے ہوئی تھی؟

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتنے دنوں تک خلافت کی؟

۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کیسی تھی؟

۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کس نے اور کہاں قاتلانہ حملہ کیا؟

۱۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق جو احادیث آپ نے اس سبق میں پڑھی ہیں، ان کو لکھیے۔

(ب) مندرجہ ذیل جملوں کو صحیح کر کے لکھیے:

۱۔ پیارے رسول ﷺ کو حضرت علیؓ سے بے انتہا نفرت تھی۔

۲۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

۳۔ مدینہ کی جانب ہجرت کا موقع ملا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر پچیس سال تھی۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ نے ہمیشہ سے خوش حال اور پُرتعیش زندگی گزاری۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتقال کے بعد حضور پاک ﷺ نے غسل دیا تھا۔

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب اور والدہ فاطمہ دونوں .... تھے۔

۲۔ ابو طالب پیارے رسول ﷺ کے .... چچا تھے۔

۳۔ مشرکین مکہ یہ سمجھتے رہے کہ پیارے رسول ﷺ ہی اپنے بستر پر .... ہیں۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان جنگوں کو روکنے کی بہت کو .... کی۔

۵۔ علی رضی اللہ عنہ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو .... کو موسیٰ علیہ السّلام سے تھی۔

(د) مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

سقایہ	....
شرف	....
نجیب الطرفین	....
پرورش	....
محاصرہ	....
برہم	....
جاں نثار	....
خلفشار	....
منکسر المزاج	....
نصرت	....

سبق (۹)

غسل میت اور کفن، دفن

اسلام دین فطرت ہے، اللہ پاک نے صرف زندہ انسان کے لیے ہی تعلیمات نہیں دی ہیں بلکہ مردوں کے لیے بھی احکام دیئے ہیں۔ جب انسان کا آخری وقت آجائے تو اس سے ملاقات کی جائے، صبر و تسلی کے کلمات کہے جائیں، کلمہ کا ورد کرایا جائے اور جب انتقال ہو جائے تو اس کے سارے اعضاء کو درست کر دیا جائے، آنکھیں اور منہ بند کر دیا جائے اور تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جائے۔

غسل کا طریقہ

کوئی مسلمان جب فوت ہو جائے تو اس کو غسل دینا ضروری ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ۔ اس کا جسم پوری طرح محفوظ ہو یا صرف جسم کا کچھ حصہ، مگر اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے والوں کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے اگر کچھ لوگوں نے اس فرض کو انجام دے دیا ہو تو دوسرے اشخاص بھی اس فرض سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔

احادیث کی روشنی میں میت کے غسل میں مندرجہ ذیل چیزیں مستحب ہیں۔

۱۔ میت کے دائیں اعضاء سے غسل شروع کرانا اور وضو کرانا۔

۲۔ جس پانی سے غسل دیا جائے اس میں بیری کے پتے ڈالنا۔

۳۔ تین مرتبہ غسل دینا، اگر تین مرتبہ غسل دینے میں صفائی نہ ہوئی ہو تو پانچ مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ طاق مرتبہ غسل دینا۔

۴۔ آخری غسل کے وقت کافور کا استعمال کرنا۔

۵۔ اگر میت عورت ہو تو اسے غسل دینے کے بعد اس کے بالوں میں کنگھی کرنا اور ان کی تین چوٹیاں بنا کر کمر پر ڈال دینا۔

میت کو غسل دینے کے لئے غسل خانہ کا استعمال کیا جانا زیادہ بہتر ہے اگر غسل خانہ موجود نہ ہو تو مکمل پردہ کے ساتھ غسل دیا جائے خواہ میت مرد ہو یا عورت۔ غسل کے لئے جگہ منتخب کرتے وقت پانی کے اخراج کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ غسل والا تختہ سر کی جانب سے قدرے اونچا ہو۔ غسل دینے کے لئے صاف اور اگر ممکن ہو تو نیم گرم پانی جس میں بیری کے پتے ڈال دیئے گیے ہوں حسب ضرورت درکار ہے۔ ایک بالٹی پانی میں الگ سے کافور ملا کر رکھ دیجئے تا کہ غسل کے آخر میں میت کے بدن میں اس پانی کو بہا دیا جائے۔ غسل کی جگہ داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیجیے، میت کو چادر سمیت لٹا دیجئے۔ میت کو اٹھانے میں اگر دشواری ہو تو اس کے محرم حضرات کی مدد لی جاسکتی ہے۔ میت کے نیچے کی چادر نکال دیجئے اور اس کے اوپر گہرے رنگ کی چادر ڈال دیجئے تا کہ کپڑا گیلا ہونے کی صورت میں بدن نمایاں نہ ہوں۔ میت کے کپڑے اتارنے میں دشواری پیش آئے تو قینچی کی مدد سے اسے کاٹ لیا جائے کاٹتے ہوئے ہاتھ میت کے کپڑے اور جسم کے درمیان میں رہے اس دوران اوپر ڈالی ہوئی چادر اوپر ہی رہے۔ کوشش کی جائے کہ غسل اور کفن پہناتے وقت پردہ کا خاص خیال رکھا جائے تا کہ ستر پر کسی کی نظر نہ پڑے۔

وضو کراتے وقت پہلے میت کے ہاتھ دھوئیے (ہر عمل تین تین بار دہرایا جائے اور اس کی شروعات دائیں جانب سے کی جائے) پھر گیلا کپڑا یا روئی دائیں سے بائیں پھیرتے ہوئے ہونٹوں کے

اندر کے حصے اور دانت صاف کرائیں جائیں ہونٹوں کو ہلکا سا دباتے ہوئے منہ کو بند کر دیا جائے۔اسی طرح گیلی روئی کو نچوڑ کر ناک اور کانوں کو نرمی سے صاف کروائیں جائیں۔صاف روئی ناک اور کان میں لگا دیجئے جس کو غسل دینے کے بعد نکال دیا جائے گا۔اب باقی وضو کے اعمال پورے لیے جائیں۔سر کو شیمپو یا صابن سے دھو دیجئے دائیں جانب سے غسل شروع کرتے ہوئے پہلے دائیں طرف بازو سے ٹانگ تک پھر ہلکی کروٹ لٹا کر پچھلی طرف سے میت کا تمام دایاں حصہ دھو دیجئے۔یہی عمل بائیں طرف دہرا دیجئے، ضرورت کے مطابق طاق تعداد میں ۳، ۵، ۷ مرتبہ غسل کا پانی میت کے جسم پر بہا دیجئے۔آخری بار کافور ملا ہوا پانی ڈال دیجئے۔اوپر کی گیلی چادر کو ہٹا کر خشک چادر ڈال دیجئے اور میت کے جسم کے نچلے حصے میں بھی خشک چادر ہی بچھا دیجئے۔اب تولیہ سے جسم اور بال خشک کر دیجئے۔میت عورت ہو تو کنگھی کی جائے اور تین لٹیں کر کے کمر پر ڈال دی جائے۔جسم پر خوشبو مل دیا جائے اور وہاں سے دوسری جگہ ہٹ کر کفن پہنانا چاہیے۔

غسل دینے کے بعد اگر میت کے جسم سے نجاست خارج ہو جائے اور بدن گندہ ہو جائے تو دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف اس نجاست کا صاف کر دینا ہی کافی ہے۔

کفن کا حکم : میت کو کفن پہنانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔سنت یہ ہے کہ مرد کے کفن میں تین کپڑے، ایک چادر ایک کرتا ایک عدد تہہ بند ہوں اور اس کی چوڑائی اتنی ہو کہ میت کا پورا جسم اچھے سے چھپ جائے۔عورت کے کفن میں پانچ کپڑے ہوتے ہیں اوپر مذکور کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے ایک سر بند اور دوسرا سینہ بند ہوتا ہے۔لیکن اگر اتنے کپڑے میسر نہ ہوں تو جتنے ہوں اتنے ہی میں دفنا دیا جائے گا۔اگر ایک ہی کپڑا ہو اور اس سے پورا جسم بھی نہیں ڈھانپا جا سکتا ہو تو اوپر کے حصہ کو کپڑا سے اور پیر کی طرف کے بقیہ حصہ کو گھاس سے ڈھانپ دیا جائے گا۔

کفن کے مستحبات:

(الف) کفن کا کپڑا عمدہ اور صاف ستھرا ہونا۔

(ب) کفن کے کپڑوں کا سفید ہونا۔

(ج) کفن کوخوشبولگانااورلوبان وغیرہ کی دھونی دینا۔
(د) مرد کے کفن کا تین بڑی چادروں پر مشتمل ہونا۔
(ہ) عورت کے کفن کا ایک تہبند، ایک کرتا، ایک اوڑھنی اور دو بڑی چادریں کل پانچ کپڑوں پر مشتمل ہونا۔
محرم کا کفن: اگر کسی نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ رکھا ہو اور اس کا اسی حال میں انتقال ہو جائے تو اس کو غسل دے کر احرام ہی کے کپڑے میں دفنایا جائے گا۔ اس کو نہ خوشبو لگائی جائے گی اور نہ اس کا سر ڈھانکا جائے گا۔ البتہ بعض ائمہ کے نزدیک موت سے محرم کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اسے اسی طرح غسل اور کفن دیا جائے گا جس طرح غیر محرم کو دیا جاتا ہے۔
شہید کا کفن: اگر کوئی مسلمان میدان جنگ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائے تو اس کو انہیں کپڑوں میں دفنایا جائے گا جو اس وقت ان کے بدن پر ہوں گے۔
جنازہ اٹھانا اور اس کے ساتھ چلنا: جنازہ اٹھانا بھی فرض کفایہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق بتائے ہیں، ان میں سے ایک جنازہ کے ساتھ جانا بھی ہے۔ اس پر بڑے ثواب کی خوش خبری بھی دی گئی ہے۔ جنازہ لے جانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ جنازہ صرف مرد اٹھائیں گے۔
نماز جنازہ کا حکم: جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے، اگر کسی بستی کے کچھ لوگوں نے اس نماز کو پڑھ لی اور کچھ نے نہیں پڑھی تو بھی سب کے ذمہ سے فرض ادا ہو جائے گا۔ البتہ ثواب نماز پڑھنے والوں کو ہی ملے گا۔ احادیث میں نماز جنازہ پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اور بڑے اجر ثواب کی خوش خبری دی گئی ہے۔
جگہ: نماز جنازہ میدان میں بھی پڑھی جاسکتی ہے اور اسے مسجد میں پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔
وقت: نماز جنازہ کا کوئی متعین وقت نہیں ہے، سوائے ان تین اوقات کے جن میں عام نمازوں کا پڑھنا ممنوع ہے۔

شرائط: دوسری نمازوں کی طرح نماز جنازہ کے لیے بھی استقبال قبلہ اور ستر پوشی ضروری ہے۔ اسی طرح دوسری نمازوں کی طرح وضو بھی ضروری ہے۔ البتہ احناف کے نزدیک اگر نماز شروع ہو رہی ہو اور وضو کرتے کرتے نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمّم بھی کیا جاسکتا ہے۔

ارکان: نماز جنازے کے مندرجہ ذیل ارکان یا فرائض ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی رہ جائے تو نماز نہیں ہوگی۔

۱۔ **نیت:** تمام شرعی کاموں کی طرح نماز جنازہ کے لیے بھی نیت ضروری ہے۔

۲۔ **قیام:** نماز جنازہ کھڑے ہو کر پڑھنا فرض ہے۔

۳۔ **تکبیر:** نماز جنازہ میں تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا فرض ہے۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی جائیں گی۔ بخاری و مسلم دونوں چار تکبیر کا ذکر ہے۔ بعض لوگ پانچ تکبیر کے بھی قائل ہیں۔ اس کا ذکر بخاری میں نہیں ہے۔

۴۔ پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنا بعض ائمہ کے نزدیک واجب، بعض کے نزدیک سنت ہے، جبکہ بعض لوگ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔

۴۔ **درود:** نماز جنازہ میں نبی ﷺ پر درود سب کے نزدیک مشروع ہے۔ بعض اس کو رکن، بعض فرض اور بعض سنت کہتے ہیں۔

۵۔ **میت کے لیے دعا:** نماز جنازہ میں میت کے لیے دعا اکثر فقہاء کے نزدیک فرض ہے۔ جبکہ بعض کے نزدیک سنت ہے۔ احادیث میں بہت ساری دعائیں منقول ہیں۔ ان میں سے دو ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِيمَانِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، اللَّهُمَّ لَا

تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ

۲۔ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ

۶۔سلام: نماز جنازہ کے آخر میں سلام ضروری ہے۔بعض ائمہ اس کو فرض اور بعض واجب کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض ائمہ ایک طرف دائیں جانب سلام کے قائل جبکہ بعض دوسرے ائمہ دونوں طرف سلام کے قائل ہیں۔

تدفین

حکم: مسلمان میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔

دفن کا طریقہ: میت کو صندوق نما قبر میں رکھنے کے بعد اوپر سے چھت بنا دینا چاہئے۔میت کو قبر میں رکھ کر رخ قبلہ کی طرف کر دینا مستحب ہے، میت کو قبر میں دائیں پہلو کے بل رکھنا سنت ہے، قبر میں رکھنے والا اس وقت کہے ''بسم الله و علی ملة رسول الله صلی وعلیه سلم'' میت کو قبر میں لٹا دینے کے بعد سر اور پاؤں کی طرف سے گرہیں کھول دینا مستحب ہے۔

قبر کو بند کرنے کے بعد حاضرین جنازہ کے لئے مستحب ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر تین بار قبر کے اوپر ڈالیں اور اس کی ابتداء سرہانے کی طرف سے کرے۔قبر ذرا سی ابھری اور ایک بالشت اونچی رکھنا مستحب ہے۔جب قبر تیار ہو جائے تو اس پر پانی چھڑکنا مستحب ہے۔تدفین سے فارغ ہونے کے بعد میت کے لیے مغفرت و ثابت قدمی کی دعا کرنا مستحب ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ کیا دین اسلام میں مردہ لوگوں کے لئے بھی احکام پائے جاتے ہیں؟

۲۔ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو کیسے غسل دیا جاتا ہے؟

۳۔ میت کو غسل دینے کا طریقہ کیا ہے؟

۴۔ کیا میت کے عیب دوسروں پر ظاہر کیا جا سکتا ہے؟

۵۔ غسل اور کفن کا حکم کیا ہے؟

۶۔ محرم کے کفن کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۷۔ مرد اور عورت کا کفن کیسا ہونا چاہئے؟

۸۔ شہید کو کن کپڑوں میں دفنایا جائے گا؟

۹۔ نماز جنازہ کا حکم لکھیے۔

۱۰۔ نماز جنازہ کا وقت کیا ہے اور کس جگہ پڑھی جائے گی؟

۱۱۔ نماز جنازہ کے شرائط کیا ہیں؟

۱۲۔ نماز جنازہ کے ارکان یا فرائض تفصیل سے لکھیے۔

۱۳۔ تدفین کا طریقہ لکھیے۔

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

فوت ہونا ....

بخشش ....

تجہیز ....

تدفین ....

تکفین ....

صاحب مقدور ....

مصارف ....

اخراجات ....

(ج) صحیح جملہ کے سامنے صحیح کا نشان (✓) اور غلط جملہ کے سامنے غلط کا نشان (×) لگائیے۔

☆ میت کو غسل دینا فرض عین ہے۔ ( )

☆ آخری غسل کے وقت کافور کا استعمال کرنا مستحب ہے۔ ( )

☆ مرد کے کفن کا سات بڑی چادروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ( )

☆ جنازہ لے جانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ ( )

☆ نماز جنازہ کے لیے بھی استقبال قبلہ اور ستر پوشی ضروری ہے۔ ( )

☆ نماز جنازہ کے آخر میں سلام ضروری نہیں ہے۔ ( )

☆ نماز جنازہ میں ایک رکوع اور دو سجدے ضروری ہیں۔ ( )

☆ مسلمان میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ ( )

عملی مشق

☆ اساتذہ اپنی نگرانی میں کفن تیار کروائیں۔

☆ نماز جنازہ کی عملی مشق کرائیں۔

سبق (۱۰)

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ کے عظیم پیغمبر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے تھے۔قرآن نے انہیں صادق الوعد کا لقب دیا۔حضرت ھاجرہ علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے۔ بچے ہی تھے کہ اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو اوران کی والدہ حضرت ھاجرہ علیہا السلام کو اس بنجراورویران علاقے میں چھوڑ آئے جواب مکہ معظّمہ کے نام سے مشہور ہے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ساتھ لے کر اللہ کے حکم سے مکے میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی اوراس طرح دنیا میں اللہ کا پہلا گھر تیار ہوا۔ جو آج سارے مسلمانوں کا قبلہ ہے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں متعدد بار ہوا ہے۔ان میں سے ایک جگہ صرف اوصاف مذکور ہیں، یہ ''ذبح عظیم'' والی آیت ہےاور دو مقامات پر اس بشارت کے موقع پر ذکر آیا ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی بشارت دی گئی ہےاور سورہ مریم میں ان کا نام لے کر ان کے اوصاف جمیلہ کا ذکر کیا گیا ہے: وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِوَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِوَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (۵۴،۵۵)''اوراس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کر وہ وعدے کا سچا تھااور رسول نبی تھا۔وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتا تھااور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا۔''

مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں حضرت ھاجرہ علیہا السلام چند روز تک مشکیزہ سے پانی پیتی رہیں

اور کھجوروں پر گزارہ کرتی رہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو دودھ پلاتی رہیں۔ جب پانی اور کھجوریں ختم ہوگئیں۔ تب وہ پریشان ہوئیں بچے کی بے چینی دیکھ کر بی بی ھاجرہ علیہا السلام نے پانی کی تلاش شروع کردی۔ قریب کی پہاڑی صفا پر چڑھیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ نظر آجائے یا پانی مل جائے مگر کچھ نظر نہ آیا پھر واپس وادی میں آ گئیں۔ پھر دوسری جانب کی پہاڑی مَروہ پر چڑھ گئیں اس طرح انہوں نے سات چکر لگائے۔ مگر پانی نہیں ملا۔ اللہ کو یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ قیامت تک کے لیے حج و عمرہ کرنے والوں کے لیے صفا و مروہ کے یہ سات چکر مقرر فرما دیے۔ بی بی ھاجرہ علیہا السلام جب بچے کے پاس واپس آئیں تو دیکھا کہ جس جگہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام روتے ہوئے ایڑیاں رگڑ رہے تھے وہاں سے ایک چشمہ جاری ہو گیا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پانی کو پھیلتے دیکھا تو بولیں زم زم اور اس کے چاروں طرف پتھر کی باڑھ لگا دی۔ یہ کنواں آج بھی موجود ہے۔ لوگ اس کو ''بئر زم زم'' کے نام سے جانتے ہیں اس کے پانی کی بڑی خصوصیات ہیں۔

بی بی ھاجرہ علیہا السلام نے پانی پیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی پلایا۔ ماں بیٹے وہیں زندگی بسر کر رہے تھے کہ اس کے قریب سے بنی جرہم قبیلہ کا گذر ہوا۔ پرندوں کو اڑتے دیکھ کر اندازہ ہوا کہ قریب ہی پانی ہے۔ انہوں نے بی بی ہاجرہ علیہا السلام کی اجازت سے وہاں سکونت اختیار کی اور باقی لوگوں کو بھی وہیں آباد کر لیا۔ ان ہی لوگوں میں اسمٰعیل علیہ السلام بھی کھیلتے تھے ان کے ساتھ بڑے ہوئے اور ان کی زبانیں بھی سیکھ لیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی بچوں سے ملنے آتے رہتے تھے۔ ان کی ضروریات کے سامان بھی لاتے اور بیٹے کی تربیت بھی کرتے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام سن شعور کو پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹے کا بڑا سخت امتحان لیا۔ قرآن میں اس واقعہ ذکر ان الفاظ میں آیا ہے۔ ''وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیمؑ نے اس سے کہا، ''بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟'' اس نے کہا، ''ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا جا

رہا ہے اس کر ڈالیے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔'' آخر کو جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا، اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والے کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔ سلام ہے ابراہیم پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ (سورۃ الصافات آیت ۱۰۲۔۱۱۱)

باپ بیٹے کی مکمل خود سپردگی، اللہ کی کامل فرماں برداری، اللہ کے حکم پر اپنی سب سے قیمتی چیز اور اپنی جان قربان کرنے کا عملی مظہر اور اس عظیم قربانی کو اللہ نے ہمیشہ کے لیے یادگار بنا دیا۔ جس کی یاد میں اربوں مسلمان ہر سال قربانی دے کر یہ عہد کرتے ہیں کہ میری نماز، میری مراسم عبودیت، میری قربانی، اور میری زندگی و موت اللہ کے لیے ہے۔ ہم اللہ کے ہر حکم کو خوشی خوشی بجا لائیں گے۔ اس کے لیے جو بھی اور جیسی بھی قربانی دینی ہوگی ہم بخوشی دیں گے۔

پھر اللہ نے اپنے دونوں برگزیدہ بندوں کو کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ باپ بیٹے نے بیت اللہ کی تعمیر شروع کر دی۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہے: ''یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام، رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔ اور لوگوں کو حج کے لیے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں'' (الحج ۲۶۔۲۷)

بیت اللہ کی تعمیر ہو گئی تو اللہ نے بتایا کہ یہ ملت ابراہیمی کے لئے قبلہ اور ہمارے لئے جھکنے کا نشان ہے۔ اس لئے اس کو توحید کا مرکز قرار دیا جاتا ہے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اللہ تعالی ان کو اور ان کی ذریت کو اقامت الصلوۃ اور ادائیگی زکوۃ کی ہدایت دے اور اس میں استقامت عطا فرما۔ چنانچہ پوری دنیا کے لوگ اس پکار پر متوجہ ہوئے وہ دور دراز سے مناسک حج ادا کرنے آئے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہوگئے تو ان کی خوبصورتی اور رہن وسہن کا طریقہ دیکھ کر قبیلۂ جرہم نے اپنے خاندان کی لڑکی سے ان کی شادی کر دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مرتبہ ملنے کے لیے تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر سے باہر تھے۔ بہو سے گھر کا حال خبر دریافت کیا تو اس نے تنگی اور پریشانی کا ذکر کیا۔ جب واپس جانے لگے تو بہو سے فرمایا کہ اسماعیل واپس آئیں تو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ گھر کی چوکھٹ تبدیل کر لے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جب ان کی بیوی نے پورا واقعہ بتایا تو انہوں کہا وہ میرے والد تھے اور انہوں نے تم کو طلاق دے کر دوسری شادی کرنے کہا ہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو اتفاقا اس وقت بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر میں موجود نہیں تھے۔ اس بار جب بہو سے گھر کے حالات دریافت کیا تو بہو نے جواب دیا کہ ہم بہت خوش حالی و فارغ البالی کے ساتھ رہتے ہیں۔ کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔ کھانے پینے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ گوشت کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو برکت کی دعا دی اور جاتے ہوئے فرمایا: اسماعیل آجائیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو بیوی نے پورا ماجرا سنایا۔ انہوں نے کہا وہ بزرگ میرے والد صاحب تھے اور چوکھٹ سے مراد تم ہی ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ میں تمہیں طلاق نہ دوں۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کون تھے؟

۲۔ صادق الوعد کس کا لقب تھا؟

۳۔ مسلمانوں کا قبلہ کسے کہتے ہیں؟

۴۔ بئر زمزم کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۵۔ بی بی ہاجرہ نے صفا و مروہ پہاڑی کا چکر کیوں لگایا؟

۶۔ قبیلۂ بنو جرہم کہاں اور کیوں آباد ہوئے؟

۷۔ ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں کیا دیکھا تھا؟

۸۔ بیت اللہ کی تعمیر کس طرح مکمل ہوئی؟

۹۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کس قبیلہ میں شادی کی؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

قبلہ ....

ذبح عظیم ....

ذی زرع ....

سکونت ....

سن شعور ....

ذریت ....

مناسک ....

(ج) خالی جگہوں کومناسب الفاظ سے پُر کیجئے:

بیت اللہ کی تعمیر ہوگئی تو اللہ نے بتایا کہ یہ............ کے لئے قبلہ اور ہمارے لئے جھکنے کا نشان ہے۔اس لئے اس کو............ کا مرکز قرار دیا جاتا ہے۔تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے............ مانگی کہ اللہ تعالی ان کواوران کی ....کو اقامت الصلوۃ اور ادائیگی ....کی ہدایت دے اوراس میں ....عطا فرما۔چنانچہ پوری دنیا کے لوگ اس............ پر متوجہ ہوئے وہ دور دراز سے............حج ادا کرنے آئے۔

عملی مشق

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں استاد میں مزید معلومات حاصل کر کے اپنی کاپی میں لکھیئے۔

سبق (۱۱)

حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام

حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام کے والد کا نام عمران ہے۔ آپ حضرت اِبراہیم عَلَیۡہِ السَّلَام کے دوسرے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام مصر میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش ایسے وقت میں ہوئی جس وقت فرعون بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم دے چکا تھا۔ ان دنوں جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا فرعون کے جاسوس اس کو قتل کر دیتے تھے۔

اللہ پاک نے ان کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام کو دودھ پلائے، پھر جب ان کو اِس پر خوف ہوا کہ پڑوسی واقف ہو گئے ہیں، وہ شکایت کریں گے اور فرعون اِس بچے کو قتل کرنے کے درپے ہو جائے گا تو ایک صندوق میں ڈال کر بے خوف وخطر اسے مصر کے دریائے نیل میں ڈال دے اور اِس کے غرق ہو جانے اور ہلاک ہو جانے کا خطرہ اور اِس کی جدائی کا غم نہ کرے بیشک اللہ اِسے ان کی طرف لوٹائیں گے اور اِسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔ چنانچہ جب ان کی والدہ کو فرعون کی طرف سے خطرہ ہوا تو اپنے شیر خوار بچہ کو ایک صندوق میں رکھ دریائے نیل میں بہا دیا۔ یہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے قریب آ گیا۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام کی نظر اس

صندوق پڑی انہوں نے اس کو اٹھوا کر اپنے محل میں منگوایا۔ اس کو کھولا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت بچہ ہے۔ ان کو بچہ پسند آ گیا۔ اس کو پرورش کے لیے اپنے پاس رکھ لیا اور اِس (بچے) کا نام مُوسیٰ رکھا۔ لیکن یہ بچہ کسی کا دودھ نہ پیتا تھا، تو اس کی بہن جو اس صندوق کو دیکھتے دیکھتے محل تک پہنچ گئی تھی نے کہا کہ میں بھی ایک خاتون کو جانتی ہوں جو اس بچہ کو دودھ پلا سکتی ہیں۔ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں ان کو بلا لاؤں۔ اس طرح اللہ کی تدبیر سے ماں کو بچے کے فراق کی تکلیف سے بچا لیا اور جو قتل کرنا چاہتا تھا، اسی کے گھر میں ان کی پرورش کا انتظام بھی کر دیا۔

وہ بہت ہی طاقت ور اور بہادر جوان تھے۔ چہرہ رعب دار اور پُروقار گفتگو کرتے تھے۔ انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ ان کی قوم بہت پریشان حال ہیں۔ ذلت اور پستی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ ایک قبطی ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے گھسیٹ رہا ہے۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد کی فریاد لگائی۔ انہوں نے اس کو باز رکھنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مانا۔ بیچ بچاؤ میں ایک طمانچہ قبطی کو رسید کیا۔ وہ اس ضرب کی تاب نہ لا سکا اور اس کی موت ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کو بہت افسوس ہوا۔ وہ اسے قتل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اللہ سے فوراً معافی طلب کی اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ دوسرے دن پھر وہی اسرائیلی کسی دوسرے سے لڑتا نظر آیا۔ انہوں اس کو ڈانٹ کر کہا کہ تم ہر کسی سے لڑتے نظر آتے ہو۔ پھر اس کی مدد کے لیے آگے بڑھے ہی تھے کہ وہ چلا اٹھا۔ کیا تم مجھے بھی اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہو جیسے تم نے اس دن ایک قبطی کو قتل کیا۔ یہ خبر جب فرعون کے دربار تک پہنچی تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے مشورے ہونے لگے۔ اہل دربار میں سے کسی ہمدرد نے آ کر ان کو اس کی خبر دی اور مصر چھوڑ کر نکل جانے کا مشورہ دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کا رخ کیا۔ جب ارض مدین میں ان کا داخلہ ہوا تو ایک کنوئیں کے پاس دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو کے کھڑی باقی چرواہوں کے اپنے جانوروں کو پانی پلا لینے کا انتظار کر رہی تھیں۔ وجہ دریافت کرنے پر پتا چلا کہ ان کے والد بہت بوڑھے ہیں۔ سارے لوگوں کے جانور جب پانی پی

لیں گے تو باقی ماندہ پانی یہ اپنی بکریوں کو پلائیں گی۔ حضرت موسی علیہ السلام نے ان کی بکریوں کو پانی پلانے میں مدد کی اور پانی پلانے کے بعد ایک سائے کی جگہ پر جا بیٹھے۔ اللہ سے دعا کی "اے پروردگار، جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے میں اس کا محتاج ہوں۔" وہ لڑکیاں جب اپنے گھر پہنچیں تو ان کے والد نے پوچھا کہ آج بہت جلد آ گئیں؟ لڑکیوں نے اس شریف اجنبی کے مدد کرنے کا ماجرا سنایا۔ باپ نے کہا کہ جاؤ اور اس کو بلا لاؤ۔ بڑی لڑکی شرماتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچی اور بولیں "میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کا اجر آپ کو دیں۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے اور اپنا سارا قصہ ان کو سنایا تو انہوں نے کہا "کچھ خوف نہ کرو، اب تم ظالم لوگوں سے بچ نکلے ہو۔" ان دونوں بہنوں میں سے ایک نے اپنے والد سے کہا "ابا جان، اس شخص کو نوکر رکھ لیجیے، بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہوسکتا ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔" باپ نے سارے امور پر غور و فکر کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے بڑی کا تم سے نکاح تمہارے ساتھ کر دوں بشرطیکہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں ملازمت کرو اور اگر دس سال تک پورے کر دو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔ میں تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا۔ تم ان شاء اللہ مجھے نیک آدمی پاؤ گے۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا "یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہو گئی۔ ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی میں پوری کر دوں اس کے بعد پھر کوئی زیادتی مجھ پر نہ ہو اور جو کچھ قول و قرار ہم کر رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔" جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت پوری کر دی اور اپنے اہل و عیال کو لے کر چلے تو طور کی جانب ان کو ایک آگ نظر آئی۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا "ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے کوئی خبر لے آؤں یا اس آگ سے ایک انگارا ہی اٹھا لاؤں جس سے تم تاپ سکو۔" وہاں پہنچے تو وادی کے داہنے کنارے پر مبارک خطے میں ایک درخت سے پکارا گیا "اے موسیٰؑ، میں ہی اللہ ہوں سارے جہان والوں کا مالک۔" اور حکم دیا کہ پھینک دے اپنی لاٹھی۔ انہوں نے جیسے ہی لاٹھی پھینکی تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے۔ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ارشاد ہوا "اے موسیٰؑ، پلٹ آ اور خوف نہ کر

تو بالکل محفوظ ہے۔لاٹھی کو پکڑ لے۔''لاٹھی پکڑتے ہی اپنی اصل شکل میں تبدیل ہوگئی۔ پھر حکم ہوا''اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال، چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے۔اورخوف سے بچنے کے لیے اپنا بازو بھینچ لے۔ یہ دو روشن نشانیاں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا،''میرے آقا، میں تو ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں، ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے اور میری درخواست ہے کہ میرے بھائی ہارونؑ کو میرا معاون بنادیا جائے۔ وہ مجھ سے زیادہ زبان آور ہے۔تا کہ وہ میری تائید کرے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔'' اللہ نے یہ درخواست قبول کر لی اور فرمایا''ہم تیرے بھائی کے ذریعہ تیرا ہاتھ مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو ایسی سطوت بخشیں گے کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کے زور سے غلبہ تمہارا اور تمہارے پیرووں کا ہی ہوگا۔''

دونوں فرعون کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر گئے اور اس کو ایک اللہ کی بندگی اور اس کے دین کی پیروی کی دعوت دی۔ساتھ ہی فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول ہیں۔اس نے گھمنڈ سے ٹکرادیا اور کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ یہ جو کچھ تم پیش کررہے ہو یہ جادو ہے۔جس کے ذریعہ تم دنیا میں غلبہ چاہتے ہو۔ہم نے اپنے زمانے میں ایسی کوئی بات نہیں سنی۔مزید کہا کہ کیا ہم نے تم کو اپنے یہاں لڑکوں کی طرح نہیں پالا اور تو ہمارے یہاں ایک مدت نہیں رہا اور تو اس زمانے میں جو کچھ کام کیا وہ تجھے خود بھی معلوم ہے اور تو ناشکر گزار ہے۔موسیٰ نے کہا کہ میں نے وہ کام ضرور کیا اور میں اس میں چوک جانے والوں میں سے ہوں پھر یہاں سے تمہارے خوف سے بھاگ گیا۔پھر میرے رب نے مجھ کو صحیح فیصلہ کی سمجھ دی اور مجھ کو اپنے پیغمبروں میں سے بنالیا۔اور یہ احسان جس کو تو جتلا رہا ہے کیا ایسا احسان ہے کہ تو بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھے۔تو اگر ایمان نہیں لاتا تو بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کردے۔

فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلام کو شکست دینے کے لئے ایک میلہ لگوایا۔ بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کیا، جو اپنی جادوگری کا سامان لے کر جمع ہوگیے۔جادوگروں نے فرعون سے کہا اگر ہم

کامیاب ہو گئے تو ہمارے لیے کیا انعام ہے؟ اس نے کہا ''ہم تم کو اپنے درباریوں میں شامل کر لیں گے۔'' جادوگروں نے خوشی خوشی اپنے جادو کی لاٹھیوں اور رَسیوں کو پھینکا تو ایک دَم وہ سانپ بن کر پورے میدان میں ہر طرف پُھنکاریں مار کر دوڑنے لگیں۔ پھر حضرت موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام نے اللہ کے حکم سے اپنی لاٹھی کو اُن سانپوں کے ہجوم میں ڈال دیا، جو بہت بڑا اور نہایت خوف ناک اَژدہا بن کر جادوگروں کے تمام سانپوں کو نگل گئی۔ یہ معجزہ دیکھ کر تمام جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے۔ یہ دونوں سچے اور اللہ کے نبی ہیں۔ اُن کے دل میں اِیمان کا نور چمک اُٹھا اور وہ ایمان لے آئے۔ جس پر فرعون دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ کر سولی پر لٹکا دوں گا۔ جادوگروں نے جواب دی کہ تو جو چاہے کر ہم ایمان سے پھرنے والے نہیں ہیں۔ پھر اس نے ہر طاغوت کی طرح ان پر بھی سازش کا الزام لگا دیا کہ یہ تم لوگوں کی ملی بھگت ہے۔

فرعون اور اس کی قوم کی غالب اکثریت جب ساری نشانیوں کے باوجود ایمان نہیں لائی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل پڑے۔ اس کی خبر ملتے ہی فرعون انے اپنے لشکر کے ساتھ پیچھا کیا۔ ان کو آتے دیکھ کر بنی اسرائیل کے لوگ گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے آپ نے تو ہمیں مروا دیا۔ پیچھے فرعون اور اس کی فوج ہے اور آگے سمندر۔ انہوں نے فرمایا ''ڈرو نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہماری مدد کرے گا۔'' اللہ کے حکم سے انہوں نے پانی پر اپنی لاٹھی ماری۔ پانی دو ٹکڑے ہو گیا اور بیچ سے راستہ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم اس راستے سے نکل گئے۔ فرعون اور اس کی فوج بھی اس میں داخل ہوی۔ بیچ سمندر میں پہنچنے کے بعد پانی آپس میں مل گئے۔ وہ سب غرق ہو گئے۔ غرق ہوتے ہوئے فرعون نے کہا ''ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے اللہ پر ایمان لائے۔ لیکن اس ایمان لانے نے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور اللہ نے اس کو رہتی دنیا تک کے لیے نشان عبرت بنا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام صحراءِ سینا کی طرف جاتے ہوئے اپنی قوم کو حضرت ہارون علیہ السلام کی

قیادت میں چھوڑ کر کوہ طور پر چلے گئے۔ ادھر سامری نے ایک بچھڑا بنایا جس آواز نکلتی تھی۔ اس نے قوم سے کہا یہی تمہارا معبود ہے۔ لوگ اس کی عبادت کرنے لگے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کے روکنے پر سامری گمراہ کن جواب دینے لگا اور کچھ لوگ اس کے ساتھ بھی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس فتنے کی خبر دی اور قوم کی طرف واپس بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سخت غصہ کی حالت میں حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر پوچھا کہ تم اس شرک سے کیوں نہیں روکا اور ان کے ہاتھ تورات جو تختیوں میں لکھی اللہ نے ان کو دی تھی وہ گر گئی۔ انہوں نے جواب دیا میری ماں کے بیٹے آپ مجھ پر سختی کر کے فتنہ پروروں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔ میں نے روکا تھا لیکن سختی نہیں کی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں قوم دو حصوں میں نہ بٹ جائے۔'' پھر سامری سے پوچھا۔ ''تم نے ایسا کیوں کیا۔'' اس نے پھر ایک من گھڑت قصہ سنا دیا۔ اور توبہ نہیں کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو جلا دیا، سامری اور اس کے ساتھیوں کو نکال دیا اور سزا دی کہ وہ لوگوں سے کہیں۔ مجھے مت چھوؤ۔

صحراء سینا میں پینے کے لیے پانی نہیں تھا۔ اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ایک چٹان پر ماری، اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور قبیلے نے جان لیا کہ کون سی جگہ اس کے پانی پینے کی ہے۔ اسی طرح اللہ نے بنی اسرائیل کے کھانے کے من وسلویٰ نازل کیا۔ اللہ نے اس قوم کو بڑی نعمتوں سے نوازہ، ان کے رہنے کے لیے نہایت ہی زرخیز اور مقدس زمین فلسطین کو منتخب کیا۔ لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اس میں داخل ہونے کہا۔ تو اس قوم نہایت گھٹیا جواب دیا۔ کہا کہ یہاں بڑے زور آور لوگ رہتے ہیں۔ تم اور تمہارا رب جا کر ان سے لڑے اور جب غلبہ حاصل ہو جائے گا تو ہم داخل ہوں گے۔ تب تک ہم یہاں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ پھر اللہ نے ان کو صحراء میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بنی اسرائیل کے کیا حالات تھے؟

۲۔ حضرت موسی علیہ السلام کی ماں نے ان کو کیوں دریائے نیل میں ڈال دیا تھا؟

۳۔ فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کس طرح سے پہنچے؟

۴۔ کیا قبطی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان بوجھ کر جان سے مارا تھا؟

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کا سفر کیوں کیا تھا؟

۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی کیسے ہوئی؟

۷۔ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس کیوں بھیجا؟

۸۔ فرعون نے کس مقصد کے لئے میلہ لگوایا تھا؟

۹۔ سامری نے کون سا فتنہ پیدا کیا؟

۱۰۔ صحراء سینا میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے کھانے پینے کا کیا انتظام کیا تھا؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

الہام ....

غرق ....

صحراء ....

رعب دار ....

ہجوم ....

مقدس ....

زرخیز ....

سبق (۱۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام

حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السّلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہونے والے آخری نبی تھے۔آپ جلیل القدر اور اولوالعزم رسول تھے۔اللہ نے آپ کو اپنی قدرت کا نشان بنایا اور آپ نے میں اپنی ماں کے گود ہی میں اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کیا۔بڑے ہوئے تو اللہ نے آپ پر انجیل نازل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمان پر اُٹھالیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی والدہ کا نام حضرت مریم علیہا السلام تھا۔ان کی والدہ ماجدہ جب اپنی ماں کے پیٹ میں تھیں تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ جو بچہ پیدا ہوگا اس کو اللہ کی راہ میں دے دوں گی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ بیٹی پیدا ہوئی۔جب وہ سن رشد کو پہنچی تو ان کو ہیکل میں داخل کر دیا گیا، جہاں وہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتیں۔حضرت زکریا کو قرعہ اندازی کے ذریعہ ان کا سر پرست مقرر کیا گیا، جو ہیکل کے مجاور میں سے تھے۔جب وہ ہیکل میں ان کے کمرے میں جاتے تو وہا کھانے پینے کا سامان پاتے۔تو وہ پوچھتے کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔وہ جواب دیتیں۔اللہ کے پاس سے آیا ہے۔حضرت مریم علیہا السلام بیتُ المقدِس سے متصل اپنے حجرے میں قیام پذیر تھیں۔ایک مرتبہ وہ حسبِ عادت یکسوئی کے ساتھ عبادتِ

الٰہی میں مشغول ہونے کے لیے حجرے کے مشرقی جانب کسی گوشے میں تشریف لے گئیں۔اسی لیے نصرانیوں نے بھی اپنا قبلہ مشرق کو بنالیا۔حضرت مریم علیہا السلام اُس گوشے میں تنہا تھیں کہ اچانک حضرت جبرائیل انسانی شکل میں تشریف لائے۔ بیٹے کی بشارت دی۔ یہ سن کر وہ گھبرا گئیں اور بول پڑیں کہ مجھے بچہ کیسے پیدا ہوگا؟ جب کہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ جواب ملا ایسا ہی ہوگا۔اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرلیتا ہے تو کہتا ہے ہوجا اور وہ ہوجاتا ہے۔فرشتے نے کہا کہ اس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا۔وہ دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا۔لوگوں سے گہوارے میں بھی بات کرے گا اور بڑی عمر میں بھی اور وہ ایک مرد صالح ہوگا۔اللہ اسے کتاب وحکمت کی تعلیم دے گا،تورات اور انجیل کا علم سکھائے گا۔اور بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول مقرر کرے گا۔

پیدائش: کچھ دنوں کے بعد حضرت مریم علیہا السلام کو بچّے کی پیدائش کے آثار محسوس ہونے لگے۔جب پیدائش کا وقت قریب آیا تو حضرت مریم علیہا السلام لوگوں کے خوف سے بیتُ المقدِس سے دُور ایک پہاڑی کی جانب چلی گئیں۔یہی وہ جگہ ہے، جو بعد میں ''بیت اللحم'' کہلائی۔جب دردزہ شروع ہوا تو وہ ایک کھجور کے تنے کے نیچے آگئیں۔بے ساختہ ان کی زبان سے نکل گیا۔کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہوجاتی۔اتنے میں انہیں نیچے سے آواز آئی کہ آزردہ خاطر نہ ہو، تیرے رب نے تیرے پاؤں تلے ایک چشمہ جاری کردیا ہے۔اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، یہ تیرے سامنے تروتازہ کھجور گرادے گا۔اب چین سے کھا پی اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ اگر تجھے کوئی انسان نظر آجائے تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ رحمٰن کے نام کا روزہ رکھ رکھا ہے۔میں آج کسی انسان سے بات نہ کروں گی۔ولادت کے بعد جب طہارت ہوچکی ،تو حضرت مریم علیہا السلام اپنے گھر والوں کے پاس واپس آئیں۔لوگ نومولود بچّے کو گود میں دیکھ کر حیران رہ گئے اور بدگمان ہوئے۔لوگوں نے کہا اے مریم! تم نے بڑی بری حرکت کی۔اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھیں۔لوگوں باتیں سن کر حضرت

مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔لوگوں نے کہا کہ وہ کیا بولے گا وہ تو ایک دودھ پیتا بچہ ہے۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام دُودھ پی رہے تھے۔ جب اُنہوں نے لوگوں کی ملامت بھری باتیں سُنیں، تو دُودھ پینا چھوڑ دیا اور فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں۔اس نے مجھے کتاب عطا کی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا اور اس نے مجھے بابرکت کیا جہاں بھی میں ہوں، اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا، جب تک کہ میں زندہ رہوں۔اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا اور مجھے سرکش اور جبار نہیں بنایا۔مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا سلام ہی سلام ہے۔لوگوں نے جب نومولود بچّے کے منہ سے یہ الفاظ سنے، تو حیرت زدہ رہ گئے اور اُنہیں یقین ہو گیا کہ بی بی مریم علیہا السلام پاک دامن ہیں اور یہ بچّہ اللہ کا برگزیدہ بندہ ہے۔

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔اسی لئے انہوں نے ان کو سب سے پہلے ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا۔فرمایا: ”اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، لہٰذا تم اسی کی بندگی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔اللہ نے ان پر انجیل نازل فرمایا تھا۔اسی لیے وہ تورات انجیل کی تعلیم دیتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو واضح اور چشم کشا معجزے اور فضیلتیں عطا فرمایا۔سب سے پہلا معجزہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا بغیر والد کے پیدا ہونا تھا۔اسی طرح وہ مٹّی کا پرندہ بناتے، اُس پر پھونک مارتے، تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا۔ پیدائشی نابینا کی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے، تو اُس کی بینائی ایسے آجاتی، جیسے کبھی نابینا نہ ہوا ہو۔ برص، جذام اور کوڑھ کے مریضوں کو اللہ کے حکم سے صحت یاب کرتے۔ مُردوں کو زندہ کر دیتے۔لوگ جو کچھ گھروں سے کھا کر آتے اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے، اُس کی تفصیل بتا دیتے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ تورات جو موجود ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ کہ تمہارے لیے بعض ان چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے بگاڑ کی اصلاح کا کام شروع کیا تو اس بگاڑ سے فائدہ

اٹھانے والے مذہبی رہنماء اور اور حکام ان کے سخت مخالف ہو گئے۔ انہوں نے کہا میں اللہ کی طرف سے صاف صاف نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔

ان کی دشمنیاں سازشیں تیز تر ہو گئیں اور وہ کفر کی راہ چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے؟ حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔ شر پسندوں نے ان کو پھانسی دینے کی سازش کر ڈالی۔ لیکن اللہ نے ان کو پھانسی سے بچا کر زندہ سلامت آسمانوں پر اُٹھا لیا۔ پھر آپ کو دُنیا میں دوبارہ بھیجا جائے گا، تو آپؑ اُمّتِ محمدیہ کی قیادت کے لیے بہ حیثیت خلیفۂ ختم الرسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لائیں گے۔ آپ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے۔ دجّال اور خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب توڑ ڈالیں گے۔ زمین میں اَمن و برکت ہو گی اور دُنیا میں صرف اسلام رہ جائے گا۔

آپ کے حواریوں یعنی مددگار کی تعداد بارہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''ہر نبی کا کوئی حواری یعنی مددگار ہوتا ہے، میرے حواری زبیرؓ ہیں''۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ حضرت عیسی علیہ السلام کس قوم میں مبعوث ہوے تھے؟

۲۔ حضرت مریم علیہا السلام کی ماں نے کیا نذر مانی تھی؟

۳۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں لکھئیے۔

۴۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس کیا بشارت دینے آئے تھے۔

۵۔ کس جگہ کو بیت اللحم کہتے ہیں۔

۶۔ حضرت مریم علیہا السلام کو ان کے قبیلے کے لوگوں نے کیوں برا بھلا کہنا شروع کیا تھا۔

۷۔ اللہ نے کس نبی کو شیر خواری کے عالم میں بولنے کی طاقت عطا کی؟

۸۔ اللہ نے حضرت عیسی علیہ السلام کو کتنے معجزات عطا کئے تھے؟

۹۔ کیا شر پسند حضرت عیسی علیہ السلام کو پھانسی دینے میں کامیاب ہوئے تھے؟

۱۰۔ حواریوں کی تعداد کل کتنی تھی؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

مبعوث ....

نذر ....

قرعہ اندازی ....

گہوارہ ....

مقرب ....

چشم کشا ....

حواری ....

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کون .... کی راہ میں میرا .... ہوتا ہے؟ .... نے جواب دیا ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر .... لائے۔ گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔ .... نے ان کو پھانسی دینے کی .... کرڈالی۔ لیکن اللہ نے ان کو .... سے بچا کر زندہ سلامت .... پر اُٹھا لیا۔ پھر آپ کو .... میں دوبارہ بھیجا جائے گا، تو آپؑ اُمّتِ محمدیہ کی .... کے لیے بہ حیثیت خلیفۃ ختم الرسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے .... لائیں گے۔

(ہ) مناسب جوڑے ملایئے۔

حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ نے کب نبوت کا اعلان کیا تھا؟	حضرت عیسی علیہ السلام
حضرت مریم علیہا السلام کے سرپرست تھے۔	حضرت جبرئیل علیہ السلام
انسانی شکل میں حضرت مریم علیہا السلا مکے پاس تشریف لائے۔	حضرت زکریا علیہ السلام
بغیر والد کے پیدا ہوئے۔	ماں کی گود میں
حضرت عیسیؑ کس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔	بنی اسرائیل

سبق (۱۴)

اخلاق حسنہ

حسن اخلاق کی انسانی زندگی میں بہت اہمیت ہے۔یہ وہ بنیادی وصف ہے جس پر انسان کے اخلاقی وجود کی اساس قائم ہے۔ان میں وہ تمام قسم کی صفات شامل ہیں جو دنیا میں انسان کی کامیابی کے لئے شرط ہے۔اللہ کے رسول ﷺ فرمایا ''مومنوں میں کامل ایمان والے وہ ہیں جو اخلاق میں سب سے اچھے ہوں''۔قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ کوئی وزنی شے نہیں ہوگی۔

اخلاق خُلق سے مشتق ہے جس کے معنی پختہ عادت کے ہیں۔خلق وہ ملکہ ہے جس کی بدولت انسان بلا کوشش اور غور وفکر کے بڑی سہولت کے کسی کام کو سرانجام دے۔اگر وہ کام اچھا ہے تو اچھے میں اس کا شمار ہوگا اور اگر برا ہے تو لازمی طور پر اسے برا سمجھا جائے گا۔

حسن اخلاق یہ ہے کہ انسان کے اندر بلندی، اعلیٰ ظرفی تحمل، ارادے کی طاقت اور فیصلہ کی قوت ہو، عزم وحوصلہ ہو، صبر وثبات اور استقلال ہو، تحمل و برداشت کا مادہ ہو، ہمت وشجاعت سے لبریز ہو، اپنے مقصد حقیقی سے عشق کی حد تک دلچسپی ہو، ایثار وقربانی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہو، معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہو، باضابطہ اور باقاعدگی سے کام کرنے کا سلیقہ ہو، فرض شناسی اور ذمہ داری کا احساس پایا جاتا ہو، حالات کو سمجھنے اور اس کے مطابق خود کو ڈھالنے اور مناسب تدابیر اختیار کرنے کی صلاحیت ہو، یہ ساری خوبیاں اعلیٰ اخلاق کا مظہر ہیں۔جو کسی کی فطرت اور طبیعت میں اس طرح شامل ہو جائیں کہ

زیادہ غور وفکر کے بغیر ہی روزمرہ کی زندگی میں اس کا ظہور ہوتا ہو۔

اخلاق حسنہ ایک قیمتی سرمایہ ہے، جس سے ہماری زندگی ایک مثالی نمونہ بن سکتی ہے۔ اگر انسان کے اندر سے اخلاق ختم ہو جائے تو اس میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ حسن اخلاق کا دوسرا نام انسانیت ہے۔ قوم اور معاشرے کی بنیاد اسی جذبہ پر قائم ہوتی ہے۔ جو قوم اور سماج خوش اخلاقی جیسی صفت نہیں اپناتی ان کی بنیادیں کھوکھلی اور ناپائدار ہو جاتی ہیں۔ حسن اخلاق، خندہ پیشانی اور اچھے برتاؤ کو کہتے ہیں۔ خوش اخلاق انسان ہمیشہ دوسروں کے ساتھ محبت اور احترام کے ساتھ پیش آتا ہے۔ جس طرح خوشبو کے بغیر پھول، پھول کہلانے کا حق دار نہیں اسی طرح انسان اخلاق حسنہ کے بنا نامکمل ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز سب سے زیادہ نزدیک مجھ سے وہ شخص ہوگا جس کا اخلاق اچھا ہوگا۔

خوش اخلاقی انسان کی فطرت میں ٹھہراؤ پیدا کرتی ہے۔ عاجزی اور انکساری پیدا کرتی ہے اور معاشرے میں ہو رہی بہت سی برائیوں کا خاتمہ کرنے میں معاون و مددگار ہوتی ہے۔ منفی رویوں کا اثر زائل کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ صحت مند معاشرہ کی تعمیر میں بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ انسان کے نیک اعمال میں انسانیت اور خوش اخلاقی سے تعلق رکھنے والے افعال سب سے زیادہ خوشگوار ہوتے ہیں۔ ان کے بغیر انسان ایک بے جان جسم کی مانند ہے۔

خوش اخلاق بننے کے لئے زیادہ محنت یا جدو جہد نہیں کرنا پڑتی۔ انسان صرف دوسروں کا احترام کرے اور دل میں ہمدردی موجود ہو تو انسان میں ہر بیش قیمت جو ہر خود بخود چمک اٹھتا ہے۔ وہ لوگوں کے دل جیت سکتا ہے اور یہ چھوٹی چھوٹی فتوحات ہی اس کو ہر دل عزیز بنا سکتی ہیں۔

پیارے نبی ﷺ کی خوش اخلاقی آج بھی دنیا میں زبان زد خاص و عام ہے، مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلمین بھی آپ ﷺ کی خوش اخلاقی کی تعریف کئے بنا نہیں رہ سکتے۔ آپ ﷺ کے حسن اخلاق کی وجہ سے بہت سارے کفار نے اسلام قبول کیا۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا روز قیامت مومن کے اعمال میں سے جو چیز میزان میں سب سے زیادہ بھاری ہوگی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے۔ اللہ پاک

بداخلاق شخص سے سخت ناراض ہوگا۔ پیارے رسول نے فرمایا: "میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔

اللہ پاک نے انسان کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے اس کے قبضے میں بہت ساری چیزیں دی ہیں اس لیے انسان کو چاہیے کے وہ اپنے اندر اخلاقی خوبیوں کو پیدا کرے۔ اخلاقی خوبیاں اور حقوق تو بہت سے ہیں۔ کچھ ہم پڑھ بھی چکے ہیں، کچھ اب پڑھیں گے۔

سچائی:

سچائی تمام اخلاقی خوبیوں کی جڑ ہے۔ اللہ کے پیارے نبی ﷺ کبھی جھوٹ کے قریب بھی نہیں پھٹکتے تھے۔ سچ بولنے میں دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔ دنیا میں بھی لوگ سچے آدمی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اسے عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور آخرت میں بھی ایسے ہی لوگ نجات پائیں گے۔ سچ بولنے والے تمام برائیوں، آفات اور مصائب سے بچ جاتے ہیں۔

ہم مسلمان ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر سچے دل سے ایمان لائے ہیں۔ ہمارے رسول ﷺ سچ بولنے والے اور تمام برائیوں سے بچنے والے تھے۔ اسی لیے ہم جو ہمارے دلوں میں ہوتا ہے وہی ہماری زبان سے بیاں ہوتا ہے۔ جو کرتے ہیں وہی کہتے ہیں۔ کبھی کسی کے ڈر سے سچی بات نہیں چھپاتے۔ کبھی سچی بات کہنے سے نہیں گھبراتے۔ کبھی جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ سچے آدمی کا دونوں جہان میں اعتبار رہے۔

شرم وحیا :

پیارے رسول نے فرمایا: ''حیا سرتاسر بھلائی ہے۔ حیادار آدمی بری باتوں سے اس طرح گھبراتا ہے، جیسے مچھلی خشکی سے گھبراتی ہے۔ بے حیا آدمی کسی برائی سے نہیں شرماتا۔ پیارے رسول سب سے زیادہ حیادار اور شرمیلے تھے۔ بچپن میں بھی آپ نہایت شرمیلے تھے اور نبی ہونے کے بعد بھی آپ کا یہی حال تھا۔

آپ نے فرمایا: "ایمان کی ستر (۷۰) سے زائد شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی شاخ ہے۔
آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ننگے نہ ہوا کرو کیوں کہ تمھارے ساتھ ہر وقت فرشتے رہتے ہیں۔ بس وہ پیشاب پاخانہ وغیرہ کے وقت الگ ہو جاتے ہیں۔ ان سے شرم کرو۔ شرم و حیا سے انسان کو بھلائی ہی پہنچتی ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالی بے حیائی اور گناہوں کے کاموں سے منع کرتا ہے اگر آدمی میں حیا نہ ہوتو پھر وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم میں شرم و حیا نہیں تو جو چاہو کرو۔''

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت مند اور حیا والا ہے۔ اللہ نے تمام بے شرمی کی باتوں کو حرام کیا ہے۔ ہمیں تمام بے شرمی اور بے حیائی کی باتوں سے دور رہنا چاہیئے ۔ بے شرمی کی باتیں کرنے والوں سے ہمیشہ دور رہنا ضروری ہے۔

محبت اور ہمدردی:

مسلمان محبت کا پتلا ہوتا ہے۔ ہر ایک کے ساتھ محبت اور ہم دردی کرتا ہے۔ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا: " دین، محبت، خیر خواہی اور ہمدردی کا نام ہے۔ مسلمان ہر ایک کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے۔ اس کو اللہ اور رسول سے محبت ہوتی ہے۔ نیکی اور بھلائی سے محبت ہوتی ہے۔ نیک لوگوں سے ہمدردی اور محبت ہوتی ہے۔ ہر ایک کے دُکھ درد میں شریک ہوتا ہے۔ سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ مسلمان ہر ایک کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کرتا ہے۔ پیارے رسول نے فرمایا: ''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔'' بیواؤں محتاجوں، یتیموں، معذوروں اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ مہمانوں، رشتے داروں اور اولاد کے ساتھ اچھا سلوک اور ہم دردی غرض پیارے رسول ﷺ نے دنیا بھر کے انسانوں کا ہم درد بننے کی تعلیم دی۔ سب کے ساتھ اچھا سلوک کرنا سکھایا ہے۔ آپ کی پاکیزہ تعلیم ہی کا اثر تھا کہ صحابہ کرام ہر ایک سے محبت کا برتاؤ کرتے اور ہر ایک کے ساتھ ہم دردی اور نیک سلوک سے پیش آتے تھے۔ خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلاتے، خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاتے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۔ حسن اخلاق کی انسانی زندگی میں کیا اہمیت ہے؟

۲۔ حسن اخلاق کیا ہیں؟

۳۔ حسن اخلاق کی لغوی اور اصطلاحی تعریف لکھیے۔

۴۔ انسان کی زندگی میں اگر حسن اخلاق نہ ہو تو وہ کن کن برائیوں کا شکار ہو سکتا ہے؟

۵۔ حسن اخلاق کے کیا کیا فائدے ہیں؟

۶۔ حسن اخلاق کا مالک بننے کے لئے کتنی محنت درکار ہے؟

۷۔ حسن اخلاق کا دنیوی اور اخروی فائدہ لکھیے۔

۸۔ سچائی کیا ہے اور سچ میں دونوں جہان کی کامیابی کیسے ہے؟

۹۔ سچ بولنے کا انسان کی زندگی پر کیا اثرات پڑتے ہیں؟

۱۰۔ جھوٹ بولنے کے کیا کیا نقصانات ہیں؟

۱۱۔ شرم وحیا کے بارے میں ایک حدیث لکھیے۔

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

وصف ....

اعلیٰ ظرفی ....

تحمل ....

قوت فیصلہ ....

استقلال ....

انکساری ....

ہمدردی ....

خیرخواہی ....

نجات ....

شاخ ....

(ج) درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے اور صحیح لفظ قوسین سے چن کر خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

- ❖ میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی............کردوں۔ (برابری/تکمیل)
- ❖ دین، بس نیکی اور............کا نام ہے۔ (خیرخواہی/بدخواہی)
- ❖ ہر ایک انسان آپ ﷺ سے............کرتا تھا۔ (محبت/نفرت)
- ❖ ....بھی ایمان کی شاخ ہے۔ (بے شرمی/حیا)
- ❖ شرم و حیا سے انسان کو............ہی پہنچاتی ہے۔ (تکلیف/ بھلائی)
- ❖ سچائی تمام اخلاق............کی جڑ ہے۔ (خوبیوں/خرابیوں)
- ❖ دنیا میں بھی لوگ سچے آدمی کا............کرتے ہیں۔ (شکوہ/اعتبار)
- ❖ خوش اخلاق انسان دوسروں کے ساتھ............کے ساتھ پیش آتا ہے۔ (محبت/نفرت)
- ❖ بے شرمی کی باتیں کرنے والوں سے ہمیشہ......رہنا ضروری ہے۔ (نزدیک/ دور)
- ❖ مسلمان ہر ایک کے ساتھ............جیسا سلوک کرتا ہے۔ (بھائیوں/ دشمنوں)

سبق (۱۴)

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبۃ الجعفی البخاری ہے۔کنیت ابوعبداللہ اور لقب امام المحدثین ہے۔۱۳رشوال ۱۹۴ھ ہجری کو نماز جمعہ کے بعد،شہر بخارا میں ان کی ولادت ہوئی۔امام صاحب اپنے نام سے زیادہ اپنے وطن سے مشہور ہوئے۔کم عمری میں ہی ان کے والد اسماعیل وفات پا گئے اور آپ یتیم ہو گئے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے والد ایک محدث تھے۔ان کی ایک خاص عادت یہ تھی کہ وہ حلال کمائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔کافی محتاط بھی رہتے تھے۔ان کی والدہ نے تنہا دونوں بھائیوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت بڑی محبت اور شفقت سے کی۔ان کی اچھی تعلیم وتربیت کی غرض سے ان کی والدہ ماجدہ جو والد کے انتقال کے بعد تنہا سرپرست تھیں،ان کو اور ان کے بڑے بھائی احمد کو لے کر بخارا سے مکہ چلی آئیں۔وہیں انہوں نے پرورش پائی اور ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی۔

امام صاحب کے حصول علم کا آغاز بچپن سے ہی ہوا۔تعلیم کے ابتدائی دور میں علم فقہ پر توجہ مبذول کی۔امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساتذۂ فن کی تصنیفات کا مطالعہ کیا۔صرف پندرہ سال کی عمر میں فقہ کی تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ان کی کتابوں کو زبانی یاد کر لیا۔امام صاحب کے علمی شوق کا یہ حال تھا کہ بغداد،بصرہ،خراسان،کوفہ،خوارزم،حجاز اور شام میں کوئی محدث ایسا

نہ تھا جس سے امام صاحب نے اپنی علمی پیاس نہ بجھائی ہو۔ان کے شیوخ کی مجموعی تعداد ایک ہزار اسی ہے۔ان کو اللہ تعالیٰ نے زبردست قوت حافظہ عطا کیا تھا۔قدرت کی اس انمول عطیہ سے انہوں خوب فائدہ اٹھایا۔استاد سے جو حدیث سنتے وہ فوراً یاد کر لیتے۔بچپن ہی میں ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں۔جب ان کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی انہوں نے مدینہ منورہ کا رخ کیا اور وہاں انہوں نے چاندنی راتوں میں روضۂ نبوی کے پاس بیٹھ کر اپنی دو کتابیں ''قضایا الصحابہ والتابعین'' اور ''التاریخ الکبری'' مرتب کیں۔

امام صاحب کے فضل و کمال کی شہرت ان کے فارغ التحصیل ہونے سے قبل ہی دور دور تک پہنچ چکی تھی۔حفظ حدیث میں ان کے مقابلے بڑے بڑے محدثین ٹک نہیں پاتے تھے۔لہذا ان کی تیز دماغی اور قوت حافظہ کا عام طور پر اعتراف کیا جاتا تھا۔ان کے ہم عصر علماء جن کے گرد و پیش ایک بڑی جماعت تلامذہ کی رہتی تھی جن کو فضل و کمال کے لحاظ سے امام فن کی حیثیت میں شمار کیا جاتا تھا۔ان کے کسی مجموعۂ حدیث کو امام صاحب صحیح تسلیم کرتے تو یہ بڑے فخریہ لہجہ میں اس کا اعتراف کرتے ''ہماری حدیث کو محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح تسلیم کیا ہے۔

امام صاحب نے تحصیل علم اور زیارت علماء کے لئے دور دراز مقامات کا بھی سفر کیا۔سفر کی صعوبتوں کو صرف اسی غرض سے برداشت کیا۔مصر اور شام میں حدیث کے استفادہ کے لئے دوبارہ گئے۔حجاز میں مسلسل چھ سال تک رہے۔کوفہ اور بصرہ جو علماء کا مسکن رہا ہے وہاں بار بار گئے۔بصرہ چار بار گئے بعض دفعہ تو پانچ پانچ سال تک ان کا قیام وہیں رہا۔ایام حج میں مکہ چلے جاتے اور حج سے فراغت کے بعد پھر بصرہ چلے آتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ ایسی خصوصیات ہیں۔جو ان کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں۔ان کی طبیعت میں حد درجہ خودداری اور غیرت پائی جاتی تھی۔ایک بار کی بات ہے امیر بخارا نے ان کو جلاوطن صرف اس بات پر کر دیا تھا کہ امیر بخارا نے ان کو اپنے دربار میں آ کر شہزادوں کو حدیث کی تعلیم دینے کی خواہش ظاہر کی تھی مگر انہوں نے سلاطین کے آستانے پر جا کر علم کو ذلیل کرنا پسند نہیں کیا۔ان کا کہنا تھا کہ

اگر ان کو علم کا سچا شوق اور دلچسپی ہے تو میری مجلس میں آ کر شریک ہو، میری مجلس عام ہے جس کا دل چاہے اس میں آ کر شریک ہوسکتا ہے۔ میں امیر بخارا کے لڑکوں کو کوئی خصوصیت نہیں دے سکتا۔ امیر کو یہ بات ناگوار گذری، حکم دیا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ، امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جلا وطن ہونا منظور کیا مگر علم کی ذلت گوارہ نہ کی۔ ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی کی جانب سے دیا گیا وظیفہ قبول نہ کیا۔ اپنے والد کی میراث سے جو کچھ ملا اس پر قناعت کیا۔ انہوں نے اپنے مال کو مضاربت میں لگا دیا تھا اس سے جو بھی قلیل آمدنی میسر ہوتی، اسی پر آخری عمر تک اپنی ضروریات زندگی پوری کرتے رہے۔

ان کے اندر انکساری بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اتنی بے انتہا شہرت کے باوجود ذرا بھی ان کے اندر کبر وغرور کا شائبہ تک نہ تھا۔ انہیں عام سے آدمی سے بھی کسی بات کو پوچھنے میں عار محسوس نہ ہوئی۔ اسی طرح وہ تعصب جیسے مرض سے بھی پاک تھے۔ جب ہم ان کے مجموعہ احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت ساری ایسی حدیثیں پاتے ہیں جن کے راوی مذہب اہل سنت کے خلاف تھے۔ امام صاحب نے ان سے بھی روایت کی ہے۔

امام صاحب کو جسمانی ورزش کا کافی شوق تھا، سواری اور تیراندازی میں کافی مہارت رکھتے تھے کہ ان کا نشانہ کبھی نہ چوکتا تھا۔

امام صاحب کا دنیاداری سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ ان کی زندگی خالص علمی تھی مگر اس کے باوجود صفائی کا خاصہ اہتمام کرتے تھے۔ فرش پر ایک تنکا بھی ان کو گوارہ نہ تھا۔ درس کے دوران ایک شخص نے اپنی داڑھی کا ایک تنکا نکال کر فرش پر ڈال دیا، امام صاحب کی نظر جب اس پر پڑی تو چپکے سے اٹھے اور تنکا اٹھا کر باہر ڈال دیا۔

امام صاحب کو حصول علم کے زمانے سے ہی تصنیف وتالیف کا شوق تھا اور یہ شوق آخری عمر تک قائم رہا۔ انہوں نے بہت ساری کتابیں لکھیں مگر ان کی سب سے مشہور کتاب ''صحیح بخاری ہے، جو قرآن شریف کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب مانی گئی ہے۔ امام صاحب خود فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح

حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں۔ صحیح بخاری میں تقریباً دس ہزار حدیثیں ہیں جو چھ لاکھ حدیثوں سے منتخب کر کے درج کی گئیں ہیں۔

اللہ نے امام صاحب کو دین کے ساتھ دنیا سے بھی نوازا تھا۔ مگر انہوں نے ہمیشہ سادہ زندگی گزاری۔ ایک بار بیمار پڑے تو حکیموں نے قارورہ دیکھ کر کہا: ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ سالن استعمال نہیں کرتے'' امام صاحب نے فرمایا: ''بے شک چالیس سال ہو گئے ہیں مجھے سالن کھانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی حدیث رسول ﷺ کی خدمت میں گذار دی اور ''امیر المومنین فی الحدیث'' کا لقب پایا۔ یکم شوال ۲۵۶ھ ہجری بعد نماز عشاء باسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور عید کے دن ظہر کی نماز کے بعد تجہیز و تکفین ہوئی۔ شوال کے مہینے میں تیرہ تاریخ کو پیدا ہوئے اور شوال ہی کی چاند رات میں دوشنبہ کو وفات پائی۔ آسمان حدیث کا یہ منور آفتاب سرزمین سمرقند میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے، جنت میں اعلی مرتبہ سے نوازے اور ہمیں بھی حدیث کا ایسا ہی شوق بخشے۔ آمین۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام لکھیئے۔

۲۔ ان کی ولادت کب ہوئی، تاریخ کے ساتھ لکھیئے۔

۳۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ نے کس طرح سے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کا کام انجام دیا۔

۴۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کن دو استاد کی تصنیف کا سب سے پہلے مطالعہ کیا؟

۵۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ کی تعداد کتنی ہے؟

۶۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸ سال کی عمر میں کون سی کتاب اور کس جگہ پر لکھی؟

۷۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح سے اپنی زندگی گذاری؟

۸۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات کیا تھیں؟

۹۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

۱۰۔ امیر بخارا نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں جلاوطن کیا تھا؟

۱۱۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف کون سی ہے؟

۱۲۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات کیا ہے؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

داغ مفارقت دینا ....

انمول ....

فارغ التحصیل ....

صعوبت ....

قناعت ....

سبق (۱۵)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

ان اصل نام مسلم والد کا نام حجاج اور دادا کا نام مسلم بن ورد بن کشاد، ابوالحسین کنیت اور عسا کر الدین لقب تھا۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنو قشیر سے تھا جو کہ عرب کا ایک مشہور خاندان ہے۔ اسی بنا پر ان کو قشیری بھی کہتے ہیں۔ وطن خراسان کا مشہور شہر نیشا پور ہے۔ یہیں تیسری صدی کے اوائل یعنی ۲۰۶ھ ہجری کو پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علم حدیث نے ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر لیا تھا۔ اس وقت بہت سارے مجتہدین اور ائمہ پیدا ہوے۔ ان کی خوش قسمتی کہ ان کی پیدائش نیشا پور جیسے شہر میں ہوئی جو اس زمانے میں محدثین کا پایہ تخت مانا جاتا تھا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والدین سے بہترین تربیت حاصل کی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ابتداء عمر سے زندگی کے آخری لمحے تک متقی اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کی۔ ابتدائی تعلیم نیشا پور میں حاصل کی۔ اللہ تعالی نے آپ کو غیر معمولی قوت حافظ اور ذہانت عطا کی تھی کہ بہت کم عرصہ میں رسمی علوم وفنون میں کامیابی حاصل کر لی۔ اس کے بعد صرف بارہ سال کی عمر میں علم حدیث کی سماعت شروع کر دی تھی۔ دراصل امام صاحب کو اس زمانے کی حالت اور نیشا پور کی علمی زرخیزی اور وسعت کی وجہ اس قسم کے مواقع حاصل تھے۔ انہوں نے اس فن کے اتار چڑھاؤ کو دیکھا اور بڑی دقت نظری کے ساتھ اس میدان میں قدم رکھا۔ بڑی ہی سرگرمی کے ساتھ اس مقدس فن کی طرف توجہ کی۔ اس بات کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا

جا سکتا ہے کہ اس وقت خراسان اور نیشاپور میں اسحاق بن راہویہ اور امام ذہلی جیسے گراں قدر اساتذہ استفادے کے ساتھ ان تمام جگہوں کی خاک چھانی جہاں جہاں علم حدیث کا جلوہ نظر آتا تھا۔

امام صاحب کے زمانے میں علم حدیث کے عام مذاق نے بہت سے ائمہ فن پیدا کر دئے تھے۔ جن کی شہرت اور فضیلت زبان زد عام وخاص تھی۔ لیکن ان کی فطری قابلیت اور قوت حافظہ نے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ حتی کے وہ محدثین جوان کے ہم عصر ہم پلہ تھے ان سے روایات کرنے میں ذرا بھی تأمل نہیں کرتے تھے۔ ان بزرگوں میں احمد بن سلمہ وہ بزرگ ہیں جو امام صاحب کے ساتھ بصرہ اور بلخ کے سفر میں تھے اور پندرہ سال تک صحیح مسلم کی ترتیب میں شریک رہے۔ ان کی ذہانت وفطانت نے ان کے اساتذہ کو ان کا گرویدہ بنالیا تھا۔

امام مسلم رحمۃ علیہ نہایت پاکیزہ اور انصاف پسند تھے۔ بڑے ہی نیک اور خداترس انسان تھے۔ یہی صفت تاعمر ساتھ رہی۔ اپنے استاد کا بہت ادب واحترام کرتے بڑے بااخلاق، ملنسار، مخلص اور متواضع تھے۔ ان کی بہت ساری تصانیف ہیں سب سے مشہور تصنیف ''جامع صحیح مسلم'' ہے۔ اس میں ان تمام حدیثوں کو جمع کیا گیا ہے جو اس وقت کے محدثین کے نزدیک ثقہ اور صحیح ہونے پر سب کا اتفاق تھا۔ حدیث کی کتابوں میں صحیح مسلم کا درجہ صحیح بخاری کے بعد کا ہے۔

امام صاحب کی وفات کا واقعہ جس قدر افسوس ناک ہے اتنا ہی حیرت انگیز ہے اور ان کی علمی شیفتگی کا مظہر بھی ہے۔ ایک بار کسی حدیث کی مجلس میں لوگوں نے امام صاحب سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا، سوء اتفاق ان کو یہ حدیث یاد نہ تھی، اس لئے گھر آ کر اپنے حدیث کے مجموعہ میں اس کو تلاش کرنے لگے۔ اس کی تلاش میں اس قدر مگن ہو گئے کہ سامنے رکھی ہوئی کھجور کی ٹوکری رکھی ہوئی تھی، اس سے کھجور نکال کر کھاتے جاتے مگر حدیث کی فکر میں انہیں ذرا بھی احساس نہ ہوا کہ اس بے خودی کی حالت میں کتنی کھجور کھا گئے، یہی واقعہ ان کی موت کا سبب بنا۔ امام صاحب نے ۲۵ ر رجب ۲۶۱ ہجری کو سوموار کے دن نیشاپور میں شام کے وقت ۵۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ نیشاپور کے ایک مقام مصراباد میں سپرد خاک کئے گئے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام کیا ہے۔

۲۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق کس قبیلہ سے تھا؟

۳۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کب اور کہاں پیدا ہوئے تھے؟

۴۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر ان کے والد کے تربیت کا کیا اثر ہوا؟

۵۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا تعلیم علمی کا زمانہ کیسا تھا؟

۶۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق کیسا تھا؟

۷۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف کون سی ہے؟

۸۔ ان کے استاد کی تعداد کتنی ہے؟

۹۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کیسے ہوئی۔

۱۰۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کہاں ہوئی؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

غیر معمولی ....

زرخیزی ....

وسعت ....

گراں قدر ....

ہم عصر ....

متواضع ....

شیفتگی ....

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے .... سے بہترین تربیت حاصل کی جس کا .... یہ تھا کہ ابتداء عمر سے زندگی کے .... تک متقی اور .... کی زندگی بسر کی۔ ابتدائی تعلیم .... میں حاصل کی۔ اللہ تعالی نے آپ کو .... قوت حافظ اور .... عطا کی تھی کہ بہت کم .... میں رسمی علوم وفنون میں .... حاصل کر لی۔ اس کے بعد صرف .... کی عمر میں علم حدیث کی .... شروع کر دی تھی۔

(ہ) مناسب جوڑے ملائیے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔	مصراباد
اس وقت نیشاپور میں گراں قدر استاد موجود تھے۔	احمد بن سلمہ
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا تھا۔	اسحاق بن راہویہ، امام ذہلی
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بصرہ میں رہے۔	محدث
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ مشہور شہر میں پیدا ہوئے۔	صحیح مسلم
کس حدیث کی کتاب کا درجہ بخاری کے بعد آتا ہے۔	نیشاپور

عملی مشق

☆ صحاح ستہ کے بارے میں معلومات جمع کر کے اختصار کے ساتھ اپنی کاپی میں لکھیے۔

سبق (۱۶)

اسلام میں انسانی حقوق

اسلام حقوق انسانی کا پاسبان بن کر آیا ہے۔ اللہ نے انسان کی ہمہ جہت اور دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے جو مکمل ضابطۂ حیات دیا اسی کا نام اسلام ہے۔ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا وہ اس کے نفع و نقصان کو بخوبی جانتا ہے۔ اسی لیے بحیثیت انسان اس کے حقوق وہی بتا سکتا ہے۔ اللہ نے وہ سارے حقوق جو انسان کے لیے نفع بخش تھے اور جو اس کے شرف و منزلت کے شایان شان تھے بتا دیے ہیں۔ قرآن و سنت میں جو انسانی حقوق بیان ہوئے ہیں وہی اصل انسانی حقوق ہیں۔ آیئے ہم اختصار سے انہیں دیکھتے ہیں۔

زندہ رہنے کا حق: سب سے پہلا اور بنیادی حق، حق حیات ہے۔ روئے زمین پر پیدا ہونے والے ہر انسان کا حق ہے کہ اسے زندہ رہنے دیا جائے۔ کسی انسان کو کسی بھی وجہ سے چاہے معاشی تنگی ہو یا کوئی دوسری پریشانی یہ حق نہیں ہے کہ وہ خودکشی کرے یا اپنی اولاد کو قتل کرے۔ اسی طرح کسی بھی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے انسان کو قتل کرے۔ اگر کسی نے ایک انسان کا ناحق قتل کیا تو گویا اس نے سارے انسانوں کا قتل کیا۔ اسی طرح اگر کسی نے ایک انسانی کی جان بچائی تو اس نے سارے انسانوں کی جان بچائی۔ البتہ اگر کوئی انسان فساد فی الامراض میں ملوث ہو، انسانوں اور امن عامہ کو نقصان پہنچا رہا اور حق و انصاف تقاضہ کرے کہ وسیع تر انسانی مفاد کے لیے اسے قتل کیا جائے تو یہ دوسری بات ہے۔

حق مساوات: انسانی حقوق میں مساوات کی غیر معمولی اہمیت ہے۔ اس لیے اسلام نے اس کی آواز سب

سے پہلے اور سب سے زور سے اٹھائی۔ قرآن مجید میں واضح الفاظ میں اعلان کیا: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔ (الحجرات)۔

خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا: ''نہ تو عربی کو کسی عجمی پر اور عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے، الا یہ کہ کسی میں تقوی ہو۔ یعنی کہ سارے انسان برابر ہیں۔ کسی کو رنگ و نسل، ملک، علاقہ، عہدہ، مال و دولت یا مرد و عورت ہونے کے سبب کسی دوسرے پر فضیلت یا برتری نہیں ہے۔ یہ اعلان اس وقت دیا گیا جب دنیا مساوات کا واضح تصور تک نہ رکھتی تھی۔

عدل وانصاف: انسان کا ایک بنیادی حق یہ مانا جاتا ہے کہ اسے عدل وانصاف حاصل ہو۔ قرآن وحدیث میں یہ بات پورے زور اور قوت کے ساتھ کہی گئی ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کے ساتھ بے لاگ عدل و انصاف کا معاملہ کیا جائے۔ قرآن عدل وقسط کے قیام کو اللہ کے رسولوں کی بعثت کا ایک اہم مقصد قرار دیتا ہے۔ اسلام کے ماننے والوں کے لیے لازم ہے کہ وہ پوری طاقت کے ساتھ نظام عدل کو قائم کرنے کی کوشش کریں اور مکمل عدل کریں۔

قانون کی برتری: مساوات اور عدل وانصاف کا لازمی تقاضہ ہے کہ معاشرے میں قانون کو برتری حاصل ہو۔ تا کہ ہر شخص اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض ادا کر سکے کہ قانون اس کی پشت پر ہے۔ اسی لئے اس کے ساتھ کوئی ناانصافی حق تلفی نہیں ہوگی۔ اسلام نے یہ بات بڑی وضاحت سے کہی ہے کہ قانون کے سامنے سب برابر ہیں۔

انصاف کے لئے ضروری ہے کہ جرم عدالت سے ثابت ہو اس کے بغیر کوئی سزا نہ دی جائے۔ اسلام نے اثبات جرم کے لئے قانون شہادت کا پورا ضابطہ دیا ہے۔ اسی کے تحت کسی کو مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور اسے سزا دی جا سکتی ہے۔

معاشی جدوجہد کی آزادی: انسان کا حق یہ ہے کہ اسے اپنی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے سعی و جہد کی آزادی حاصل ہو۔ اسلام کہتا ہے کہ پوری زمین میں انسانوں کے فائدے کی چیزیں رکھی گئی ہیں۔ ان سے فائدے کا ہر انسان کو حق حاصل ہے۔ اسلام کے نزدیک حصول معاش کی راہ میں کوئی ناروا پابندی قانونا جرم ہے۔ وہ انسان کو معاشی جدوجہد کی آزادی فراہم کرنے کے ساتھ اس بات کو بھی یقینی بناتا ہے کہ اسے اچھی غذا ملے۔ اس کے نزدیک لباس بھی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اس لیے یہ فطری ضرورت پوری ہونی چاہیے۔ اسی طرح اسے مکان بھی ملنا چاہیے۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو ہم سرکاری خدمت پر لیں گے اگر اس کی شادی نہیں ہوئی ہے تو اس کو یہ حق ہے کہ بیت المال سے شادی کا خرچ حاصل کرے۔ اپنے لباس اور پوشاک کا انتظام کرے۔ وہ اپنے لیے مکان بھی بنا سکتا ہے اور سواری بھی رکھ سکتا ہے۔ اس سے زیادہ کا حق اس کو نہیں ہے۔

معاشرتی و اسلامی حقوق: اسلام نے انسان کے سماجی و معاشرتی حقوق کو بڑی اہمیت دی ہے۔ انسان کا حق ہے کہ وہ سماج اور معاشرے میں اپنا فعال رول ادا کر سکے۔ اسے عضو معطل یا بے کار بنا کر نہ رکھ دیا جائے۔ اسلام فکر و عمل کی آزادی کا قائل ہے۔ وہ صرف اس بات کا پابند بناتا ہے کہ انسان کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے جس سے فساد پھیلے اور معاشرہ کو نقصان پہنچے۔

خاندان بسانے کا حق: خاندان انسان کی فطری ضرورت ہے۔ انسان کے اس حق کو اسلام نے واضح تعلیمات کے ذریعہ بتایا ہے۔ اس سلسلے میں اس سے بڑی بات اور کیا کہی جا سکتی ہے۔ وہ اولاد کو اللہ کا عطیہ اور انعام کہتا ہے۔ اسلام نے خاندان کا پورا سسٹم دیا ہے اور افراد خاندان کے حقوق اور ذمہ داریوں کو واضح لفظوں میں بیان کر دیا ہے۔ خاندان کو باقی رکھنے اور ان کے حقوق اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا ہر ایک کو پابند کیا۔

پردہ داری کا حق: خلوت و تنہائی (Privacy) انسان کا ایک بنیادی حق ہے۔ جس کے بارے میں بار بار تاکید کی گئی ہے۔ قرآن نے نہ صرف یہ حق دیا بلکہ اس کی تاکید ہے کہ کسی کی نجی زندگی میں مداخلت نہ کرو۔

یہاں تک کہ حکومت کو بھی اس میں مداخلت کا حق حاصل نہیں ہے۔

اظہار خیال کی آزادی: اسلام انسان کو اظہار رائے کی آزادی دیتا ہے۔ وہ اس پر کسی ناروا پابندی کو درست نہیں قرار دیتا، البتہ وہ اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ اس نام پر فحاشی اور بے حیائی نہ پھیلائے، کسی کی دل آزاری نہ کرے، کسی کا مذاق نہ اڑائے، کسی کی عزت و آبرو سے نہ کھیلے اور ملک و ریاست کو خطرے میں نہ ڈالے اور ان کے خلاف سازش نہ کرے۔ ان شرائط کے ساتھ اظہار رائے کی آزادی ہے۔

ملک وملت کی خدمت کا حق: اسلام میں یہ حق تسلیم شدہ ہے کہ انسان کو ملک وملت کی خدمت اور تنقید و اصلاح حال کا موقع ملنا چاہیے۔ اس کا حق ہے کہ وہ سوسائیٹی کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرے۔

دفاع کا حق: اسلام انسان کو اپنے دفاع کا حق دیتا ہے۔ کوئی شخص کسی کی جان لینا چاہیے، حملہ آور ہو، کسی کی عزت و آبرو پر حملہ آور ہو، کسی کا مال چھیننا چاہے، اس کی جائیداد پر قبضہ کرنا چاہیے، اس کے گھر کو آگ لگانا یا اس کی بیوی بچوں پر حملہ کرنا چاہیے۔ تو اس کو حق حاصل ہے کہ وہ دفاع کرے۔

کمزوروں کے حقوق کا تحفظ: اسلام کمزوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے پہلے دن سے آواز اٹھاتا رہا ہے۔ انسان پر ظلم و زیادتی کرنے پر سخت وعید سنائی اور دنیا و آخرت میں اس کے برے انجام سے خبردار کیا۔ اس نے عورتوں، زیردستوں، یتیموں، لاوارثوں، معذوروں، بوڑھوں اور ضعیفوں کے حقوق صرف بیان نہیں کیے۔ بلکہ عملاً فراہم کیے اور معاشرہ کو ان کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کی ترغیب دی اور ہمدردی و تعاون کا جذبہ پیدا کیا۔

مذہبی آزادی: اسلام نے بہت واضح الفاظ میں مذہبی آزادی کے حق کا اعلان کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام لوگوں کو اپنے دین کا پابند بنا دیتا کہ کوئی اس سے بغاوت نہ کرے۔ لیکن اس نے مذہب کے معاملے میں انسان کو آزادی دی ہے اور ان کی یہ آزادی باقی رہنی چاہیے۔ خلاصہ کلام یہ کہ انسان کو بحیثیت انسان جو حقوق چاہئے، اسلام ان کی پاسداری کرتا ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ اسلام کیا بن کر آیا ہے؟
۲۔ اسلام نے انسان کو کون کون سے بنیادی حقوق عطا کیے ہیں؟
۳۔ حق مساوات کا کیا مطلب ہے؟
۴۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟
۵۔ عدل وقسط کی وضاحت کیجئے۔
۶۔ اسلام نے انسان کو معاشی جدوجہد کی آزادی کیوں عطا کی ہے؟
۷۔ معاشرتی حقوق کی اسلام میں کیوں اتنی اہمیت ہے؟
۸۔ کیا کسی شخص کی نجی زندگی میں مداخلت کی اسلام نے اجازت دی ہے؟
۹۔ کیا اسلام انسان کو مذہبی آزادی دیتا ہے؟
۱۰۔ اسلام کس طرح سے کمزوروں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

پاسباں ....
نفع بخش ....
اختصار ....
معاشی ....
مفاد ....
مساوات..........................

خلوت ....

فحاشی ....

بہبود ....

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

انسان کا حق یہ ہے کہ اسے اپنی..................ضرورتیں پوری کرنے کے لیے .... کی آزادی حاصل ہو۔ اسلام کہتا ہے کہ.................. میں انسانوں کے.................. کی چیزیں رکھی گئی ہیں۔ ان سے فائدے کا ہر..................کو حق حاصل ہے۔ اسلام کے نزدیک..................معاش کی راہ میں کوئی ناروا پابندی قانونا.................. ہے۔ وہ انسان کو معاشی جدوجہد کی ....فراہم کرنے کے ساتھ اس بات کو بھی یقینی بناتا ہے کہ اسے...........ملے۔ اس کے نزدیک لباس بھی ایک ....ضرورت ہے۔ اس لیے یہ...........ضرورت پوری ہوئی چاہیے۔ اس طرح اسے .... ملنا چاہیے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو ہم سرکاری .... پر لیں گے اگر اس کی ....نہیں ہوئی ہے تو اس کو یہ........... ہے کہ بیت المال سے...........کا خرچ حاصل کرے۔ اپنے لباس اور...........کا انتظام کرے۔ وہ اپنے لیے مکان بھی بنا سکتا ہے اور...........بھی رکھ سکتا ہے۔ اس سے زیادہ کا......اس کو نہیں ہے۔

سبق (۱۷)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

نام محمد اور کنیت ابوعیسی ہے۔ اکثر روایات کے مطابق نسب نامہ یہ ہے،: محمد بن سورہ بن موسی بن ضحاک سلمی بوغی ترمذی۔

ولادت: امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ کی ولادت غالب ۲۰۹ھ میں ترمذ میں ہوئی اور بعض علماء کے قول کے مطابق ۲۱۰ھ کو قریہ بوغ میں ہوئی جو ترمذ سے ۱۸ میل کی مسافت پر واقع ہے۔

تعلیم: اس کی تفصیل نہیں ملتی کہ انھوں نے ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی لیکن اس زمانے میں خراسان اور ماوراء النہر کا علاقہ علم وفن کا مرکز بن چکا تھا، دور دراز سے تشنگان علم یہاں آتے تھے۔ اس سے قیاس یہی ہے کہ امام ترمذی نے ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی ہوگی۔ ان کے شیوخ کی تعداد بے شمار ہے۔ آج کے لوگوں کو تعجب ہوگا کہ اتنی بڑی تعداد شیوخ کی کیسے ہوسکتی ہے۔ لیکن اس زمانے میں لوگوں کو حدیث حاصل کرنے کا اتنا شوق تھا جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی تعلیمات اور علم دین کی بنیاد کتاب اللہ کے بعد احادیث رسول پر ہے، اس کے بغیر دین کا صحیح اور پورا علم نہیں ہوسکتا، اس لئے ہر زمانے میں مسلمانوں نے اس کی جانب خاص توجہ دی۔ ابتدائی چند صدیوں میں اس کی اشاعت وحفاظت کا اتنا اہتمام کیا جس کی مثال دنیا کی کوئی قوم نہیں پیش کرسکتی

ہے۔حدیث سے متعلق بہت سے علوم ایجاد ہو گئے۔حجاز،عراق،خراسان، ماوراء النہر،شام،مصر وغیرہ مسلم ممالک میں مرکز حدیث قائم ہو گئے تھے۔عراق اور خراسان کے علاقے میں بڑے بڑے محدثین پیدا ہوئے۔امام ترمذیؒ نے خراسان اور ماوراء النہر کے علاوہ سماع حدیث کے لئے دنیائے اسلام کے مختلف حصوں کا سفر کیا اور ارباب کمال سے سمع کیا۔

امام ترمذیؒ کے شیوخ کی تعداد بے شمار ہے۔بعض رویات کے مطابق آپ کے شیوخ کی تعداد جو مختلف کتب میں ۲۲۱ کے قریب ہے۔ان کے ناموں پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے دور کے ہر عالم حدیث سے خوشہ چینی کی۔سمعانی اور ذہبی نے ان کے بعض ممتاز شیوخ کے نام لکھے ہیں؛ امام بخاری،امام مسلم،علی بن حجر مروزی، ہناد بن سری، ابو کریب،محمد بن العلا،محمد بن موسی الزمن،محمد بن بشار،عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی،قتیبہ بن سعید،ابو مصعب،ابراہیم بن عبداللہ ہروی،اسماعیل بن موسی،سوید بن نصر،محمد بن عبدالمالک،عبداللہ بن معاویہ جمحی ،وغیرہ یہ تمام شیوخ اپنے عہد کے جلیل القدر محدث تھے۔

امام ترمذیؒ کو علوم حدیث میں دسترس حاصل تھی۔کیونکہ کبار ائمہ اور ماہر اہل علم سے براہ راست کسب فیض کیا تھا۔ان کے علاوہ علل حدیث، رجال اور فنون حدیث میں امام دارمی اور ابوزرعہ رازی سے استفادہ کیا تھا۔امام ترمذیؒ کے لئے اللہ کی جانب سے حفظ کے تمام ذرائع فراہم ہو گئے تھے۔ایک طرف شیوخ میں ایسے اکابر محدثین سے استفادہ کا موقع ملا دوسری طرف حافظہ نہایت قوی تھا۔امام ترمذیؒ کے قوت حافظہ، ذوق وشوق اور تلاش وجستجو نے ان کو اپنے عہد کا امام بنا دیا۔ان کے علم وکمال پر تمام محدثین اور علماء کا اتفاق ہے۔ابن حبان لکھتے ہیں کہ امام ترمذی ان لوگوں میں تھے جنھوں نے حدیثوں کا ذخیرہ جمع کیا،اس پر تصنیف کی اور انھیں حفظ کیا۔حافظ ذہبی اور ابن حجر دونوں ان کو امام حدیث لکھتے ہیں۔

ان کے علمی کمالات نے ان کی ذات کو طالبان حدیث کا مرجع بنا دیا تھا۔ان کے تلامذہ خراسان اور ترکستان کے علاوہ دنیا کے مختلف گوشوں سے تعلق رکھتے تھے۔چند ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں؛ ابوحامد بن عبداللہ بن داؤد مروزی، ہیثم بن کلیب الشامی،محمد بن محبوب،ابوالعباس محبوبی مروزی،احمد بن یوسف

نسفی، ابوالحارث اسد بن حمدویہ، داؤد بن نصر بن سہل بزدوی، وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ میں جس درجہ کا علم تھا، اسی درجہ کا عمل اور زہد وتقوی بھی تھا۔ وہ زہد و ورع میں بھی امام بخاری کے جانشین تھے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ **مات البخاری ولم یخلف بخراسان مثل ابی عیسی فی العلم و الحفظ و الورع و الزهد** (تذکرۃ الحفاظ) ان کا دل خشیت الٰہی سے لبریز تھا کہ وہ ہر وقت رویا کرتے تھے اور روتے روتے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔ امام ترمذیؒ کا زمانہ ائمہ اربعہ کے بعد ہے۔ لیکن وہ ان میں سے کسی کے مقلد نہ تھے بلکہ خود مجتہد تھے۔

تمام فنون خصوصاً فن حدیث میں کمیت سے زیادہ اس کی کیفیت نقص وکمال کا معیار ہے۔ ترمذی کی بعض خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اس کی تمام حدیثیں کسی نہ کسی امام، محدث، یا فقیہ کی معمول بہا ہے۔ یعنی ہر روایت کسی نہ کسی صاحب علم کے نزدیک صحیح ہے۔

۲۔ اس میں روایت کی تکرار بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ روایت کے متن میں جو کمی یا زیادتی ہوتی ہے اس کو بھی ظاہر کردیتی ہے۔

۳۔ جرح وتعدیل کے رو سے روایت یا سند میں جو عیب و ہنر ہوتا ہے اس کو ظاہر کردیتے ہیں۔ مثلاً یہ حدیث صحیح ہے، حسن ہے، ضعیف ہے وغیرہ۔

۴۔ فقہی حدیثوں میں فقہا کے مذاہب، ان کے استنباطات دلائل اور ان کے اختلافات اور اس پر اپنی رائے بھی ظاہر کردیتے ہیں۔

۵۔ رواۃ کے ناموں، کنیتوں اور القاب کے اجمال کی تفصیل کردی ہے۔ اس کی ان خصوصیات نے ترمذی کی افادی حیثیت کو بڑھا دیا ہے۔

مشہور روایت کے مطابق امام ترمذی نے ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ امام ترمذیؒ کا نام نسب اور نسبت لکھیئے۔

۲۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم کا احوال لکھیئے۔

۳۔ اسلامی تعلیمات اور اسلام کی بنیاد کس پر ہے تفصیل سے لکھیئے۔

۴۔ کبار محدثین کس علاقے میں پیدا ہوئے؟

۵۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے عہد کا امام کس نے بنایا؟

۶۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عملی زندگی کیسی تھی؟

۷۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ کی تعداد کتنی تھی؟

۸۔ ترمذی کی خاصیت مفصلاً تحریر کیجیئے۔

۹۔ امام ترمذی کے کچھ تلامذہ کا نام تحریر کیجیئے۔

۱۰۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کب ہوئی؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

ارباب ....

سمع ....

خوشہ چینی ....

جلیل القدر ....

جستجو ....

ذخیرہ ....

مرجع ....

مقلد ....

مجتہد ....

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجئے:

ان کے علمی .... نے ان کی ذات کو طالبان حدیث کا............ بنادیا تھا۔ ان کے تلامذہ ....اور ترکستان کے علاوہ دنیا کے مختلف .... سے تعلق رکھتے تھے۔ چند ممتاز .... کے نام یہ ہیں؛ ....بن داؤد مروزی، ہیثم ....الشامی، محمد بن محبوب، ابو............مروزی، احمد بن یوسف نسفی، ابو............حمدویہ، داؤد بن............سہل بزدوی، وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

سبق (۱۸)

خودکشی اوراس کا حل

خودکشی یعنی خود سے اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دینا۔ دنیا جتنا اللہ اوراس کی ہدایات سے دور ہوتی جارہی ہے۔ خودکشی کا رجحان اتنا ہی بڑھتا جارہا ہے۔ عالمی ادارۂ صحت WHO کے رپورٹ کے مطابق ہر سال آٹھ لاکھ تک خودکشیاں ہوتی ہیں۔ ویسے تو ہر عمر کے لوگ خودکشیاں کرتے ہیں۔ لیکن ۱۹ سے لیکر ۲۹ سال کی عمر کے لوگوں میں اور پھر ستر سال سے زیادہ کی عمر کے لوگوں میں یہ رجحان زیادہ پایا جاتا ہے۔

عالمی سطح پر خودکشی کے واقعات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ یورپین ممالک اور ساؤتھ کوریا، گیانا، لیتھونیا وسری لنکا وغیرہ میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ ہمارے ملک نیپال میں بھی گذشتہ چند سالوں میں حیرت انگیز طور پر خودکشی کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ حکومتی اعداد وشمار کے مطابق سال ۲۰۷۹-۲۰۸۰ میں چھ ہزار نوسو تیرانوے لوگوں نے خودکشی کی۔ حقیقی تعداد اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

خودکشی کے اسباب: اسباب کا جب جائزہ لیا جاتا ہے تو کئی سارے اسباب سامنے آتے ہیں۔ جن میں ایک سماجی مسائل وعوامل ہیں۔ خاندان اور سماجی مسائل میں زور افزوں خاندانی جھگڑے، اہل حقوق کے حق کی پامالی، معاشرے میں پھیلی منافرت، بدامنی، ظلم وتشدد، قتل وغارت گری، سرکاری اداروں میں ناانصافی، انتہائی خودغرضی اور دنیاوی مفاد پرستی، جہیز کے بے جا مطالبات، تعلیمی دباؤ، والدین کی بے جا

محبت یا سختی، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان بڑھتے ناجائز تعلقات وغیرہ ایسے الجھے ہوئے مسائل ہیں۔ ان مسائل میں تناؤ کو برداشت نہ کرنے کی وجہ سے دین اور اللہ سے دور لوگ اپنے ہی ہاتھوں سے خود کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان تمام اسباب کے علاوہ نفسیاتی مسائل جو دنیا کی ترقی کے ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں۔ جیسے ڈپریشن، انزائٹی اور اسٹریس وغیرہ اور انٹرنیٹ و اسمارٹ فون کا بے جا استعمال بھی خودکشی کے اسباب ہیں۔ سب سے زیادہ لوگ جس وجہ سے خودکشی کر رہے ہیں وہ اقتصادی مسائل۔ سود پر مبنی اقتصادی نظام نے سرمایہ کو چند ہاتھوں میں جمع کر دیا ہے۔ سود کی وجہ سے عام لوگوں پر جو غیر مساوی مالی بوجھ پڑتا ہے جس کی وجہ سے ان کے کاروبار تباہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے گھر تک ضبط کر لئے جاتے ہیں اور بہت سارے لوگ افلاس اور بھوک کی صعوبتیں برداشت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جن کا اللہ پر یقین اور بھروسہ نہیں ہوتا وہ خودکشی کر لیتے ہیں۔

حل: خودکشی کو روکنے اور اس کو ختم کرنے کا سب سے اچھا اور کامیاب حل اسلام پیش کرتا ہے۔ یہ ہمارے خالق و مالک کا انسانوں کو زندگی گذارنے کے لئے دیا گیا مکمل ہدایت نامہ ہے۔ یہ دین انسانی زندگی کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ یہ کسی انسان کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ کسی دوسرے انسان کو قتل کرے۔ اسی طرح کسی انسان کو یہ حق بھی نہیں دیتا کہ وہ اپنے آپ کو مار ڈالے۔ قرآن میں ہے کہ جس نے کسی انسان کو ناحق قتل کیا گویا سارے انسانوں کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی جان بچائی اس نے سارے انسانوں کی جان بچائی۔

اللہ پر ایمان رکھنے والا انسان اللہ پر مکمل بھروسہ رکھتا ہے۔ وہ کسی حال میں بھی ناامید نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ہر پریشانی کے بعد آسانی ہے۔ اس پر ایمان رکھنے والا آدمی مشکلات جتنی بڑی اور سخت ہوں وہ نہیں گھبراتا اور نہ مایوس ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے بھروسے اس سے نکلنے کی ہر ممکن تدبیر کرتا ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ اس کو ان مشکلات سے نکال دیتا ہے۔

اللہ پر ایمان رکھنے والا جانتا ہے کہ خودکشی اسلام میں گناہ کبیرہ ہے اور موت کے بعد وہ مشکلات

سے چھٹکارا نہیں پائے گا بلکہ مزید ہمیشہ کے عذاب کا شکار ہو جائے گا۔اسی لئے وہ خودکشی کے بجائے جدو جہد کرتا ہے۔

اسی طرح اسلام نے انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کے لئے بہترین ضابطہ،قیمتی تعلیمات و ہدایات دیں ہیں جن پر عمل کرنے سے وہ سارے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔اس نے اخوت و محبت ،ایثار وقربانی ،عدل وانصاف کا قیام ،ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی اور اولاد کی تعلیم وتربیت کے اعلیٰ اصول دیئے ۔مرد اور عورت کے ناجائز تعلقات پر مکمل پابندی لگائی اور شادی کا پاکیزہ طریقہ دیا۔اسلام نے تعلیم دی کہ ہر کام میں میانہ روی اختیار کرو۔اللہ کی ہر نعمت چاہے وہ وقت کی شکل میں یا وسائل و ذرائع کی شکل میں سب کا اللہ کے یہاں حساب لیا جائے گا۔اسی طرح روحانی تسکین اور قلبی اطمینان کے لئے ذکر واذکار تلاوت قرآن اور نماز و تسبیح کرنے کا حکم دیا۔ان پر عمل کرنے والا انسان کبھی نفسیاتی مسائل کا شکار نہیں ہوگا۔

اسلام نے نشہ آور اشیاء اور سود کو حرام کیا۔اس نے ایک ایسا اقتصادی نظام دیا جس پر عمل کرنے سے دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہیں رہ جائے گی ۔اسلام نے تعلیم دی کہ قرض لینے والے کو سہولت دو اس وقت تک کہ وہ ادا کرنے کی پوزیشن میں آجائے ۔اگر معاف کر دو تو بہتر ہے۔اگر یہ دونوں نہ ہو سکے تو زکوۃ سے اس کا قرض ادا کیا جائے گا ۔سود کے بجائے زکوۃ وصدقات کی تعلیم دی ۔تاکہ غریبوں، محتاجوں، بیواؤں ،یتیموں کے مسائل بآسانی حل ہوں اور کسی کو بھوکوں نہ مرنا پڑے اور نہ ہی خودکشی کی نوبت آئے۔

انسانوں کی فلاح و بہبود اور نجات کے لئے اللہ کا دیا ہوا دین انسان کے سارے مسائل کو حل کرتا ہے۔اس پر عمل کرنے سے ہمارے سارے مسائل دور ہوں گے اور یہ خودکشی جو آج ایک سنگین مسئلہ ہے وہ بھی رک جائے گی۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ خودکشی کا مطلب کیا ہے؟

۲۔ عالمی ادارۂ صحت کے مطابق سالانہ کتنے لوگ خودکشی کرتے ہیں؟

۳۔ سب سے زیادہ خودکشی کی تعداد کن ممالک میں پائی جاتی ہے؟

۴۔ ہمارے ملک نیپال میں خودکشی کی تعداد کتنی ہے؟

۵۔ کن مسائل کی وجہ سے لوگ خودکشی کرتے ہیں؟

۶۔ سود وجہ سے لوگ کن مسائل کا شکار ہو رہے ہیں؟

۷۔ اسلام خودکشی کے لئے کون سا حل پیش کرتا ہے؟

۸۔ اللہ پر ایمان کا کیا فائدہ ہے؟

۹۔ کسی نے ایک انسان کو قتل کیا اس کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے؟

۱۰۔ اسلام نے سود اور نشہ آور اشیاء کو کیوں حرام کیا ہے؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

صعوبت/ تشدد/ مفاد/غیر مساوی/ خودغرضی۔

خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجئے:

اللہ پر...........رکھنے والا انسان اللہ پر مکمل...........رکھتا ہے۔ وہ کسی حال میں بھی...........نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ہر...........کے بعد آسانی ہے۔ اس پر ایمان رکھنے والا آدمی...........جتنی بڑی اور سخت ہوں وہ نہیں گھبراتا اور نہ.....ہوتا ہے۔ وہ...........کے بھروسے اس سے نکلنے کی ہر ممکن...........ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ اس کو ان.....سے نکال دیتا ہے۔

سبق (۱۹)

الدهر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا (۱) اِنَّا خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاسَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا (۲) اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا
شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا (۳) اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا (۴) اِنَّ الْاَبْرَارَ
يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۚ (۵) عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا
تَفْجِيْرًا (۶) يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا (۷) وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ
عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا (۸) اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا
شُكُوْرًا (۹) اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (۱۰) فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ
لَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ۚ (۱۱) وَ جَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ۙ (۱۲) مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى
الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا ۚ (۱۳) وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ
قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا (۱۴) وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۙ (۱۵)
قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا (۱۶) وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۚ (۱۷)
عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا (۱۸) وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ

لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا(١٩) وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا(٢٠) عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ز وَّ حُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ج وَ سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا(٢١) اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ع(٢٢) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ج(٢٣) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ج(٢٤) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا صلے ج(٢٥) وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا(٢٦) اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ يَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا(٢٧) نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ج وَ اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا(٢٨) اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ج فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا(٢٩) وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ق صلے(٣٠) يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ وَ الظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ع(٣١)

ترجمہ: کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا؟ ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں، اور اس غرض کے لئے ہم نے اسے سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔

کفر کرنے والے کے لئے ہم نے زنجیریں طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے۔ نیک لوگ (جنت میں) شراب کے ایسے ساغر پییں گے جن میں آب کفور کی آمیزش ہوگی، یہ ایک بہتا ہوا چشمہ ہوگا جس کے پانی کے ساتھ اللہ کے بندے شراب پییں گے اور جہاں چاہیں گے بسہولت اس کی شاخیں نکال لیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو (دنیا میں) نذر پوری کرتے ہیں، اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی، اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی وبدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ، ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل

دن ہوگا۔ پس اللہ تعالی انھیں اس دن کے شر سے بچالے گا اور انھیں تازگی اور سُرور بخشے گا، اور ان کے صبر کے بدلے انھیں جنت اور ریشمی لباس عطا کرے گا۔ وہاں وہ اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نہ انھیں دھوپ کی گرمی ستائے گی نہ جاڑے کی ٹھر۔ جنت کی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی سایہ کررہی ہوگی، اور اس کے پھل ہر وقت ان کے بس میں ہوں گے (کہ جس طرح چاہیں انھیں توڑ لیں)۔ ان کے آگے چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے گردش کرائے جا رہے ہوں گے، شیشے بھی جو چاندی کی قسم کے ہوں گے، اور ان کو (منتظمین جنت نے) ٹھیک اندازے کے مطابق بھرا ہوگا۔ ان کو وہاں ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی، یہ جنت کا ایک چشمہ ہوگا جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ اس کی خدمت کے لئے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ تم انھیں دیکھو تو سمجھو کہ موتی ہیں جو بکھیر دیے گئے ہیں۔ وہاں جدھر بھی تم نگاہ ڈالو گے نعمتیں ہی نعمتیں اور ایک بڑی سلطنت کا سروسامان تمھیں نظر آئے گا۔ ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے ہوں گے، ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، اور ان کا رب ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ یہ ہے تمھاری کارگزاری قابل قدر ٹھیری ہے۔

اے نبی! ہم نے تم پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے، لہذا تم اپنے رب کے حکم پر صبر کرو، اور ان میں سے کسی بدعمل یا منکر حق کی بات نہ مانو۔ اپنے رب کا نام صبح شام یاد کرو، رات کو بھی اس کے حضور سجدہ ریز ہو، اور رات کے طویل اوقات میں اس کی تسبیح کرتے رہو۔

یہ لوگ تو جلدی حاصل ہوجانے والی چیز (دنیا) سے محبت رکھتے ہیں اور آگے جو بھاری دن آنے والا ہے اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ بند مظبوط کیے ہیں، اور ہم جب چاہیں ان کی شکلوں کو بدل کر رکھ دیں۔ یہ ایک نصیحت ہے، اب جس کا دل چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرلے۔ اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ نہ چاہے۔ یقیناً اللہ بڑا علیم و حکیم ہے، اپنی رحمت میں جس کو چاہتا ہے داخل کرتا ہے، اور ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

عملی مشق

☆ اس سورہ کو زبانی یاد کرکے اس کا ترجمہ بھی یاد کیجئے۔

سبق (۲۰)

المرسلت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ الۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا (۱) فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا (۲) وَّ النّٰشِرٰتِ نَشۡرًا (۳) فَالۡفٰرِقٰتِ
فَرۡقًا (۴) فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا (۵) عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا (۶) اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَوَاقِعٌ (۷) فَاِذَا النُّجُوۡمُ
طُمِسَتۡ (۸) وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ (۹) وَ اِذَا الۡجِبَالُ نُسِفَتۡ (۱۰) وَ اِذَا الرُّسُلُ
اُقِّتَتۡ (۱۱) لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ (۱۲) لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ (۱۳) وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ (۱۴)
وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ (۱۵) اَلَمۡ نُهۡلِکِ الۡاَوَّلِیۡنَ (۱۶) ثُمَّ نُتۡبِعُهُمُ الۡاٰخِرِیۡنَ (۱۷)
کَذٰلِکَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِیۡنَ (۱۸) وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ (۱۹) اَلَمۡ نَخۡلُقۡکُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ
مَّهِیۡنٍ (۲۰) فَجَعَلۡنٰهُ فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ (۲۱) اِلٰی قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (۲۲) فَقَدَرۡنَا ۖ فَنِعۡمَ
الۡقٰدِرُوۡنَ (۲۳) وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ (۲۴) اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ کِفَاتًا (۲۵) اَحۡیَآءً وَّ
اَمۡوَاتًا (۲۶) وَّجَعَلۡنَا فِیۡهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسۡقَیۡنٰکُمۡ مَّآءً فُرَاتًا (۲۷) وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ
لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ (۲۸) اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی مَا کُنۡتُمۡ بِهٖ تُکَذِّبُوۡنَ (۲۹) اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی ظِلٍّ ذِیۡ ثَلٰثِ
شُعَبٍ (۳۰) لَّا ظَلِیۡلٍ وَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ اللَّهَبِ (۳۱) اِنَّهَا تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ کَالۡقَصۡرِ (۳۲) کَاَنَّهٗ
جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ (۳۳) وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ (۳۴) هٰذَا یَوۡمُ لَا یَنۡطِقُوۡنَ (۳۵) وَ لَا یُؤۡذَنُ
لَهُمۡ فَیَعۡتَذِرُوۡنَ (۳۶) وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ (۳۷) هٰذَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ جَمَعۡنٰکُمۡ وَ

الْاَوَّلِیْنَ(۳۸) فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَیْدٌ فَكِیْدُوْنِ(۳۹) وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ(۴۰) اِنَّ
الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ (۴۱) وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ (۴۲) كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(۴۳) اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ(۴۴) وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِیْنَ(۴۵) كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ(۴۶) وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِیْنَ(۴۷) وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ(۴۸) وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ(۴۹)
فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ(۵۰)

ترجمہ: قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں، پھر طوفانی رفتار سے چلتی ہیں اور (بادلوں کو) اٹھا کر پھیلاتی ہیں، پھر (ان کو) پھاڑ کر جدا کرتی ہیں، پھر (دلوں میں خدا کی) یاد ڈالتی ہیں، عذر کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر، جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔

کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ پھر انھی کے پیچھے ہم بعد والوں کو چلتا کریں گے۔ مجرموں کے ساتھ ہم یہی کچھ کیا کرتے ہیں۔ تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔

کیا ہم نے ایک حقیر پانی سے تمہیں پیدا نہیں کیا اور ایک مقررہ مدت تک اسے ایک محفوظ جگہ ٹھیرائے رکھا؟ تو دیکھو ہم اس پر قادر تھے، پس ہم بہت اچھی قدرت رکھنے والے ہیں۔ تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔

کیا ہم نے زمین کو سمیٹ کر رکھنے والی نہیں بنایا، زندوں کے لئے بھی اور مردوں کے لئے بھی، اور اس میں بلند و بالا پہاڑ جمائے، اور تمہیں میٹھا پانی پلایا؟ تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔ چلو اب اسی چیز کی طرف جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ چلو اس سایے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ ٹھنڈک پہنچانے والا نہ آگ کی لپٹ سے بچانے والا۔ وہ محل جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکے گی

(جوا چھلتی ہوئی یوں محسوس ہوگی) گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں۔تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔
یہ وہ دن ہے جس میں وہ نہ کچھ بولیں گے اور نہ انھیں موقع دیا جائے گا کہ کوئی عذر پیش کریں۔
تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔
یہ فیصلہ کا دن ہے۔ہم نے تمھیں اور تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو جمع کر دیا ہے۔اب اگر کوئی چال تم چل سکتے ہو تو میرے مقابلے میں چل دیکھو۔تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔
متقی لوگ آج سایوں اور چشموں میں ہیں اور جو پھل وہ چاہتے ہیں (ان کے لئے حاضر ہیں) کھاؤ اور پیو مزے سے، اپنے ان اعمال کے صلے میں جو تم کرتے رہے ہو۔ہم نیک لوگوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔
کھا لو اور مزے کر لو تھوڑے دن۔حقیقت میں تم لوگ مجرم ہو۔تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکو تو نہیں جھکتے۔تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔اب اس قرآن کے بعد اور کون سا کلام ایسا ہو سکتا ہے جس پر یہ ایمان لائیں؟

عملی مشق

☆ اس سورہ کو زبانی یاد کر کے اس کا ترجمہ بھی یاد کیجئے۔

سبق(۲۱)

دعا

کرم ہے ترا، زندگی دینے والے
مجھے خلق پر برتری دینے والے
مرے فکر و احساس کو جگمگا دے
ستاروں کو تابندگی دینے والے!
مرے دل کو بھی نور ایماں سے بھر دے
مَہ و مہر کو روشنی دینے والے
مرا مقصد زندگی بھی حسین ہو
گل و غنچہ کو تازگی دینے والے!
غلامی سے باطل کی مجھ کو بچانا
پہاڑوں کو شانِ خودی دینے والے
محمدؐ کا سچا فدائی بنا دے
مجھے سب سے اچھا نبی دینے والے!
طلب گار ہوں میں تری ہی رضا کا
الم دینے والے! خوشی دینے والے!

(ابوالمجاہد زاہدؔ)